شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ★ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۶۹ع ★

تعمیر حیات

★ سالانہ چندہ آٹھ روپیہ ★ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے ★

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Regd No. L 1981 Phone 22948

TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY

Darul Uloom Nadwatul Ulama Lucknow (India)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدہ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے! قیمت :- ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنیکی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی حیات آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ دو عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، تنقیدی اور تحقیقی تھا، اب کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق، تنقید، تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے قیمت مجلد ۲ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمن

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات وہ دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت عہ

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جس جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

مبلغ اعظم
حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)
کی
سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ
کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح
مجلد خوبصورت ڈسٹ کور ۲۲-۱۸/۸ صفحات ۷۱۲
مولفہ مولانا محمد ثانی
قیمت ۱۰ روپیہ

ایک مثالی مدرسہ

تمام ہندوستان میں ایک بھی ایسا خالص دینی اور مذہبی مدرسہ نہیں جو بلحاظ جامعیت و وسعت و عظمت کے مدرسۂ اعظم کہلانے کا مستحق ہو جس میں تمام علوم دینیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول کی تعلیم ایسے کمال کے درجہ تک دیجاتی ہو کہ تحقیق کا مرتبہ حاصل ہوسکے، جس میں اسلامی علوم کی تمام قدیم اور نادر کتابیں فراہم کی گئی ہوں جس میں طالب علموں کو تصنیف و تالیف کی تعلیم دیجاتی ہو۔ جس میں ایسے لوگ تیار کئے جاتے ہوں جو مخالفین کے اعتراضات کا جواب آجکل کے مذاق کے مطابق دے سکیں۔

جس میں حکومت کی موجودہ زبان بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہو، جس کی عمارت وسیع پرفضا اور عظیم الشان ہو۔

اس غرض کو پورا کرنے کے لئے لکھنؤ میں ندوہ کا دار العلوم قائم کیا گیا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی

(مقالات شبلی)

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
مطابق
۱۰ مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

شعبۂ تعلیم و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ
سالانہ آٹھ روپے
قیمت
فی کاپی ۳۵ پیسے

جلد ۶ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | شمارہ ۹

ترتیب مضامین

- اداریہ
- عالم اسلام
- اسلام کا نظریہ عدل و سزا
- یک دو ساعت صحبتے با اہل دل
- فروق پرستی کا پاگل پنے
- یروشلم
- ہمارے دینی مسائل
- تنقیدی جائزہ
- مولانا افضل علی صاحبؒ
- فقہی مسائل
- محرم
- سرڈاف میں اسلامی دستور

یہ ایک لمحہ جو دس سال پر بھاری ہے!

از: سید محمد الحسینی

اس وقت پورے عالم اسلام بالخصوص عالم عربی میں اسلامیت، لادینیت کی کشمکش اپنی آخری منزل پر پہونچ رہی ہے، اور پورا اسلامی معاشرہ سخت ذہنی الجھن ایک طرح کی افراتفری کا شکار ہے۔

بعض ملکوں (مثلاً ترکی اور پاکستان) میں توڑ پھوڑ کا یہ عمل ایک ایسے اہم اور نازک موڑ پر ہے جہاں معمولی کوشش کے ساتھ اسکو صحیح اور مثبت اسلامی رخ پر ڈالا جاسکتا ہے، ٹھیک اسی طرح ذرا سی غلطی اس کو ایک طویل عرصہ کیلئے منزل مقصود سے دور کرسکتی ہے، یہ وقت وہ ہے جس کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر — یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

اس وقت علماء اہل مدارس اور دینی جماعتوں اور تحریکوں کے رہنماؤں کی ذمہ داری پہلے سے کہیں بڑھ چکی ہے اس وقت ان کو پہلے سے زیادہ شعور و بصیرت سے کام لینے، پہلے سے زیادہ ایثار و قربانی کرنے، میدان میں آگے اور زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہے، ورنہ تاریخ کا یہ قدیم طعنہ سننے کے لئے انھیں پھر سے تیار رہنا چاہیئے کہ

"کچھ ہوئے تو یہی رندان خراب خوار ہوئے"

افسوس یہ ہے کہ جو کھیتی ہمارے خون پسینے سے تیار ہوتی ہے اور جس پر برسوں کی محنت اور لاکھوں روپیہ کی اہل ایثار کی طاقت و قوت صرف ہوتی ہے اور وہ نہ جانے کتنے انتظار اور کیسی کیسی تمناؤں کے بعد برگ و بار لاتی ہے، کوئی جیالا نوجوان آکر اس کو اس طرح کاٹ لیتا ہے جیسے وہ اسی کی محنت کا ثمرہ ہو۔

عالم اسلام کا ہر انقلاب دینی بنیادوں پر اٹھتا ہے اور دیکھتے دیکھتے کچھ خفیہ ہاتھ اس کو اچک لیتے ہیں اور قوم کی اسپرٹ مقابلہ کی طاقت اور دینی جذبہ سے فائدہ اٹھا کر اس کی قیادت خود سنبھال لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان دینی عناصر کو بے دخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے طویل صبر و مجاہدہ اور ملت کے دینی جذبات و احساسات کے نتیجہ میں یہ سارا انقلاب رونما ہوا۔

یہی الجزائر کی کہانی ہے جہاں اشتراکیت کا علم بلند ہو چکا ہے، یہی مصر و شام کا قصہ ہے اور یہی تیونس کا المیہ! پاکستان جس دور سے گزر رہا ہے اس میں سب سے زیادہ اہم اور نازک بات یہ ہے کہ وہ تحریک جس کا آغاز عائلی قوانین کی مخالفت قادیانیت کے مسئلہ اور ڈاکٹر فضل الرحمن کے استعفیٰ جیسی چیزوں کے ساتھ ہوا، اور جس میں سب سے زیادہ دخل اس روحانی پیاس اور فکری خلا کو تھا جو تمام پاکستانی ایک طویل عرصہ سے اپنی قومی زندگی کے ڈھانچہ میں محسوس کر رہے تھے) کہاں جاکر دم لیتی ہے اور کیا رخ اختیار کرتی ہے؟ "باقی ص ۱۴ پر"

عالم اسلام

افریقی ممالک کی اکثریتی مسلم آبادی

جو مغربی مشنریوں کے دام تزویر کے اسیر ہے۔ "احمد نواز چیمہ"

بدقسمتی اس امر میں ہے کہ جہاں عیسائی اقوام اپنا پورا زور لگا رہی ہیں وہاں دنیائے اسلام اس سے بے خبر اپنے محور تبلیغ سے ہٹی ہوئی ہے۔ کئی عرب ممالک جن میں متوسط عرب جمہوریہ شامل ہے افریقی اتحاد کی تنظیم (آرگنائزیشن آف افریقن یونٹی) کے رکن ہیں مسلمانوں کو جہاں اور جب کوئی گزند پہونچتا ہے وہ کبھی بھی اس ادارے میں یہ سوال نہیں اٹھاتے بلکہ اسلام کے نام پر مسلمان ارکین کا اس ادارے میں کوئی اتحاد نہیں ہے جبکہ عیسائی ممالک درپردہ عیسائیت کے نام پر متحد ہیں۔

مثال کے طور پر ہیل سلاسی شہنشاہ آج کل اسلام کا دشمن نمبر ایک ہے مگر مسلمان ممالک کے ساتھ اس کی ڈپلومیسی ایسی ہے کہ کوئی بھی مسلمان سربراہ مملکت اس سے احتجاج نہیں کرتا تاکہ حبشہ میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں ان کا کچھ ازالہ ہوسکے۔ اس ملک میں مسلمانوں کی شہری آزادی سلب ہوچکی ہے مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود اس ملک میں مملکت کا مذہب عیسائیت ہے، مسلمانوں کو سرکاری ملازمت سے محروم رکھا جاتا ہے، اسکولوں میں ان کے داخلے پر پابندی ہے۔ اسلامی طریق سے شادی ناجائز ہے، ملک کی کابینہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کا آبادی سے کوئی تناسب نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امریکہ کی طرف سے ہیل سلاسی افریقہ میں عیسائیت کا ایجنٹ ہے۔ اریٹریا اور صومالیہ کی مسلم آبادی کے ساتھ اس نے جو رویہ اختیار کر رکھا ہے جیسا کہ نہرو کا برتاؤ کشمیر اور پاکستان کے متعلق تھا، ان سب چیزوں کے باوجود وہ صدر ناصر کا نہایت ہی عزیز دوست ہے۔ پچھلے دنوں جب ہیل سلاسی قاہرہ پہنچا تو صدر ناصر اس کے ہمراہ ننگے پاؤں چلتے ہوئے گئے اور سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ صدر ناصر کی عرب قومیت میں مذہب مانع نہیں ہے۔

ہیل سلاسی کی چالوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے مسلمان باشندوں سے نفرت کرتا ہے اور دوسری طرف ترکی کو اسلام دوستی کا جھوٹا بہانہ کرکے استنبول کی نیلی مسجد کے لئے ایک قالین بھیجدیا تاکہ وہ سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے۔

مغربی افریقہ کا ایک دوسرا ملک جس کا نام چاڈ ہے، اسی قسم کے ہیجان سے دوچار ہے یہاں پر ۸۵٪ مسلم اکثریت پر ٹامبل بائی عیسائی صدر مملکت ہے۔ ٹامبل بائی مشنریوں کا تربیت یافتہ ہے۔ لیبیا اور سوڈان چاڈ کے ہمسایہ ممالک میں سے ہیں۔ پچھلے دنوں فرانس نے ٹامبل بائی کے کہنے پر مسلمان قبائل پر سخت بمباری کروائی۔ افریقہ میں فرانس کے عیسائیت کردہ عیسائی حکمرانوں کو جب بھی مسلم اکثریت سے بغاوت کا ڈر ہوتا ہے وہ فوراً فوجی کمک بھیج دیتا ہے مغربی خبررساں ایجنسیاں جو کہ عیسائیت کے زیر اثر ہیں اور ان کی اسلام دشمنی ظاہر ہے ایسے واقعات کو ہمیشہ پنہاں رکھتی ہیں۔ مسلم قبائل خواہ چاڈ میں ہوں یا اریٹریا میں ان پر چاہے جتنے بھی مظالم ڈھائے جائیں یہ خبررساں ایجنسیاں ان کو ہمیشہ نظرانداز کرتی ہیں۔

سینی گال ایک مسلمان ملک ہے مگر اس کا صدر لیوپولڈ سانگھور عیسائی ہے اور اپنا ایک عجیب فلسفہ مسلم اکثریت کو بتاتا رہتا ہے، سرالیون (جو کہ مغربی افریقہ میں واقع ہے) میں جب فوجی حکومت قائم ہوئی تو ملک کی باگ ڈور ایک عیسائی افسر بریگیڈیر جکین سمتھ کے ہاتھ میں آئی اس نے سادہ لوح مسلم عوام کو خوش کرنے کے لئے ایک عجیب انداز نکالا وہ جمعہ کو مسجد میں اور اتوار کو گرجا چلا جایا کرتا تھا۔ یہ دکھاوے کے لئے کہ مذہب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عیسائی کے علاوہ حال ہی میں دو اور عناصر نے افریقی ممالک میں عموماً اور مسلم اکثریت والے علاقوں میں خصوصاً اپنے اثر کا جال پھیلایا ناشر دستگ کر دیا ہے انھوں نے ماہرین کی خدمات اور فوجی افسران کی تربیت کی پیشکش کی ہوئی ہے یہ دونوں عناصر عددرجہ کے اسلام دشمن ہیں یعنی اسرائیل و بھارت دونوں ہر وقت اپنا رسوخ بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اسرائیل نے اب بیشتر افریقی مسلم ممالک سے تعلقات استوار کرلئے ہیں اور اس کے علاوہ انھیں آبپاشی کے ماہرین کی خدمات بہم پہنچاتی ہیں اور ان کے ساتھ ہی ان حکومتوں کا تختہ الٹنے میں مدد دی ہے جو کہ ان کے جال میں پوری طرح نہ پھنستی تھی۔

بھارت نے پاکستان کے خلاف مہم کا نیا انداز پیش کیا ہے وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا خیرخواہ اور پاکستان کو ہندوستان کا ٹوٹا ہوا ایک ایسا حصہ قرار دیتا ہے جو کہ استعماری طاقتوں کے بل بوتے پر قائم ہوا اس طرح افریقی ممالک جو کہ ملکوں کی تقسیم کے خلاف ہیں بھارت کے پروپیگنڈے سے کافی متاثر ہیں۔

اسرائیل اور بھارت دونوں اپنی اپنی وضع کا لٹریچر اور حربے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اسرائیل نے چند ماہ قبل افریقی ممالک کے علماء کو یہ دعوت دی کہ وہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے حکومت اسرائیل کے خرچ پر جائیں اس طرح بھارت بھی مسجدوں کی تصاویر اور دیوبند ادارے کی کارگزاریوں کی بہت تشہیر کرتا ہے۔ نہرو اور گاندھی کے فلسفوں پر مبنی لائبریریاں قائم کی جارہی ہیں ہندو کی لادینیت پر مبنی نئے فلسفے پیش کئے جاتے ہیں۔

پچھلے ایک دو سال سے سعودی عرب اور کویت کی حکومتوں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد افریقہ میں اسلامی اشاعت کا ایک منصوبہ بنایا ہے جس کے تحت کویت کی وزارت اوقاف اسلامیہ افریقہ میں انگریزی زبان میں اسلام کے متعلق لٹریچر مہیا کر رہی ہے زیادہ تر لٹریچر پاکستان کا لکھا ہوا ہوتا ہے۔ "باقی ۱۵ پر"

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلام کا نظریہ عدل و سزا

کیا اسلام میں وحشیانہ سزائیں ہیں؟

از

محمد اشرف ایم اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور

(سلسلہ اسلامی عدل میں دوست دشمن کی تمیز)

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (مائدہ ۔ ۲)

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (انعام ۔ ۱۹)

اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف (کا پورا التزام) رکھا کرو۔ گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو (جبکہ مقابلے میں وہ بات کہہ رہے ہو)

قانون برائے عدل

قانون کا بڑا مصرف یہ ہوتا ہے کہ عدل کو قائم کرے عدل وہاں ختم ہوگا جہاں آپ اپنے تعلقات یا ظاہر و پوشیدہ مفادات کی بنا پر ناجائز رعایت کریں، یا کسی حاضر یا مستقبل میں آنے والے خوف و امید سے غلط فیصلہ لکھ دیں۔ رعایت قلم کے قلم کو ڈگمگا دیتی ہے یا خوف ہی کے قدموں میں لرزہ پیدا کر دیتا ہے اور یہ ناانصافی عموماً دو طرح سے ہوتی ہے۔ یا خاص طبقات و اشخاص کو فائدہ پہنچا کر دوسروں کو نقصان پہنچا کر۔ یا خاص طبقات و اشخاص کو فائدہ پہنچا کر دوسروں کو نقصان پہنچا کر۔

ناانصافی کے اسباب

قانونی مراعات اور قانون سے بالا دستی (IMMUNITY) سے نوازدیا جاتا ہے اور "عام قانونی سزا" سے انہیں بری اور مامون قرار دے دیا جاتا ہے یا قانون تو وہی ہوتا ہے لیکن کار پردازان عدل بڑوں کی ہیبت یا اپنے مفادات خاصہ کی بنا پر عدل کی ترازو کو مستقیم نہیں رکھ سکتے، پہلی شکل کے بارے میں آج ان مہذب ممالک کے آئین و قوانین کو دیکھئے جن کی چکا چوند نے ہمیں اپنے سے بیگانہ اور الٰہی قانون سے ناآشنا و بیزار کر دیا ہے۔ (یہاں تک کہ ہماری حالت ان کی تقلید میں وہ ہوچکی کہ اقبال کو کہنا پڑا۔

ارجمندی از شمار خویش من بری
من نمی دانم تو توئی یا دیگری

مغربی قانون میں عدل و عدم مساوات

ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں ملکہ برطانیہ برطانیہ عظمیٰ کے وزیر اعظم کو اگر گولی سے مار دے تو اس کے ملک کی کوئی عدالت اسے مجرم قرار نہیں دے سکتی۔ کہ قانون نے اسے "مامون" قرار دے دیا ہے۔ امریکہ میں اور روڈیشیا میں ساؤتھ افریقہ کی "ترقی یافتہ سفید" حکومتوں نے "کالے" اور "گورے" کے قوانین میں جو تمیز روا رکھی ہے وہ انصاف کے چہرہ کا کریہہ و بھیانک بیاہ داغ ہے۔ انگریزی دور کے عدالتی نظام میں برکو چیک میں "NATIVE" صاحب بہادر کے مقابلے میں کیا برابر کی داد رسی پاتا تھا۔

انسانی قانون عادلانہ نہیں ہوسکتا۔

بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ انسانی بنایا ہوا قانون کبھی عدل ہو ہی نہیں سکتا نہ انصاف کے معیاری تقاضوں کو کما حقہٗ پورا کرسکتا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہر شخص اور ہر انسانی جمعیت و طبقہ کے مخصوص رجحانات۔ میلانات۔ تقاضے و مفادات ہوتے ہیں جن سے وہ انسان ہونے کی حیثیت سے کلیتہً کبھی مبرا نہیں ہوسکتا۔ وہ کچھ چیزیں ورثہ میں پاتا ہے، کچھ باتیں اسے اس کا ماحول و معاشرہ اور مخصوص تعلیم و تربیت دیتی ہے، کچھ خیالات و افکار اس کی طبعی افتاد ہوتے ہیں۔ انسان "انسان" سے بالا اور انسانی فطری کمزوریوں سے مبرا ہوکر سوچ ہی نہیں سکتا۔

انسان کا ناقص علم و مشاہدہ۔

اس کا مستقبل کے حوادث و واقعات سے قطعاً ناواقف و نارسا علم اپنے قانون کی اساس و بنیاد ماضی کے کچھ محدود تجارت۔ فطرت و ضروریات انسانی کے محدود فہم اور اپنے رجحانات خاصہ کے شعوری یا لاشعوری میں الجھی ہوئی سمجھ پر رکھتا ہے۔ اس لئے کوئی انسانی قانون دائمی کو تاہیوں سے پاک اور "سیاری عدل" کا نمونہ نہیں ہوسکتا۔ "نارسا علم" کا حتمی نتیجہ "ناقص قانون" ہوگا۔ اور قانون کا نقص حقیقتاً ناانصافی و ظلم ہے۔ گو اس کے بنانے والے اس کے مرتکب نہ ہوتے ہوں

ناقص قانون ظلم ہے۔

لیکن قانون کی نگاہ میں "عدل" اتنا بلند و اعلیٰ مقام رکھتا ہے کہ عمد و سہو کی قربانگاہ پر اسے بھینٹ نہیں چڑھایا جاسکتا۔ قانون سازاداروں اور مجالس مقننہ کی روزانہ کی کارروائیاں انسان کی اس بارے میں کوتاہ دستی پر شاہد عدل ہیں، ایک ملک کی قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ ایک قانون بناتی ہے، وہ طبقہ جس کا وہاں غلبہ و اکثریت ہوتی ہے قانون سازی میں اپنے مفادات پر نگاہ رکھتا ہے، اگر انصاف ان کی راہ میں حائل ہوتا ہے تو تاویل کے پردوں میں اسے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آمریت اور خاشرم میں شخص واحد کی "انانیت قانون قوس کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے اگر ہم سرمایہ دار کی بیجا حفاظت کرتے ہیں تو کمیونسٹ "مزدور" کی حدود سے بڑھ رعایت کرتا ہے" قانون تو وہی عادلانہ ہوگا جس میں کسی کی رعایت نہ ہو خوف نہ ہو جانبداری نہ ہو، نسلی میلان نہ ہو، لونی پاس نہ ہو، علاقائی غلو نہ ہو، وطنی مفادنہ ہو، طبقاتی عصبیت نہ ہو، غیر سے مخاصمت نہ ہو، اپنے کی حمایت نہ ہو، کلیہ پروری نہ ہو، دوست نوازی نہ ہو۔ "مفادات خاصہ" کی ناجائز نگرانی نہ ہو، قانون سازی میں ماں وجاہ کی طلب نہ ہو، عدم رحم کی پرواہ نہ ہو۔

ہر قسم کے میلان سے پاک ہوکر قانون بنانا انسان کے بس میں نہیں۔

غرض تمام "مفادات" سے بالا ہوکر اور ہر رجحان سے تہی دل و خالی دماغ ہوکر محض عدل و انصاف کی بنا

کے لئے قانون بنائے، یہ انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ تو اس ذات کا کام ہے جو سب تعلقات سے بری نہ کسی کا بیٹا نہ کسی کا باپ نہ کسی کا رشتہ دار، ہر انفعال سے پاک ہر خوف و رعایت سے بری، انسانی و ملکی و وطنی بندشوں سے پاک ہو اور وہ ذات فطرت انسانی کے غوامض و اندرون اس کی جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی سے کلیۃً واقف عالم اسرار اور مستقبل کے جملہ کوائف و واقعات حوادث و ضروریات کو جاننے والی ہے۔ اور وہ صرف ایک "اللہ تعالیٰ کی ذات" ہے جس کی صفت ہی یہ ہے۔

لم یلد ولم یولد (الاخلاص ۱۰) — نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا (بنی اسرائیل ۲) — سب خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اسکی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمٰن عبدا — اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان کے لائق نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے کیونکہ جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام و بندہ بن کر حاضر ہوتے ہیں۔

خدائی قانون پوری انسانیت کیلئے ہے۔

خدا جو قانون دے گا وہ سب انسانیت بلکہ پوری مخلوق کو سامنے رکھ کر اور مستقبل کے وقائع و احوال کو جان کر دے گا جس میں کسی کی رعایت نہیں ہوگی، نہ کسی کا خوف "عدل" میں مانع آیا ہوگا۔ وہ ہر ذاتی مفاد سے خالی ہو کر محض مخلوق پروری اور انسانیت کی دادرسی کے لئے دیا جائے گا۔ کہ بقول رومی:

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ نہ ظلم کی کسی کو اجازت دی جائے گی۔ حدیث قدسی میں ہے:

یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ) — اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔ اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اقبال نے بھی قانون الٰہی اور "قانون غیر" کے متعلق خوب کہا ہے ؎

وحی حق بیندہ سود ہمہ
در نگاہش سود و بہبود ہمہ
عادل اندر صلح و ہم اندر مصاف
وصل و فصلش لا یراعی لا یخاف
عقل خود بیں غافل از بہبود غیر
سود خود بیند نہ بیند سود غیر
غیر حق چوں ناہی و آمر شود
زور در بر ناتواں قاہر شود
حاصل آئین و دستور ملوک
دہ خدایاں فربہ و دہقاں چوں دوک

قانون الٰہی میں ظلم کے چور دروازے نہیں

غرض قانون الٰہی میں کسی خاص طبقہ، گروہ، جماعت فرد کے لئے قانون مراعات و تحفظات کے نام سے ظلم و جور کا کوئی چور دروازہ کھلا نہیں۔ سب قانون کی نگاہ میں ایک ہیں۔ اور سب پر ایک ہی قانون کی "سیادت" قائم ہے۔

عدل و انصاف کا خدائی ترازو سب کے لئے یکساں ہے خدائی عدل کی اس رحمت و نعمت کی جو قدردانی نہیں کرتے اور نہ اسے مانتے و تسلیم کرتے ہیں نہ اسے نافذ کرتے ہیں۔ ایسے ناشکر گذار قرآن کی نگاہ میں "کافر" ہیں۔ کے وہ حقیقتاً خدائے بزرگ و برتر کی حاکمیت و بادشاہی کے منکر ہیں۔ جو عقیدۃً مان کر ان قوانین و احکام کا اجرا و نفاذ نہیں کرتے ان سے بڑھ کر "ظالم" کون ہوگا کہ "عدل" کے تقاضوں اور "قانون عدل" کی موجودگی کے علی الرغم کے وہ حق و انصاف کا برمحل استعمال نہیں کرتے اور عقیدۃً جو ماننے کے باوجود اپنی شہوات و نفسانی تقاضوں و مفادات خاصہ کی کسی پر اس کا اجرا و نفاذ نہیں کرتے۔ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بدکار و فاسق ہیں۔ کہ قانون الٰہی کا عدم

قانون الٰہی نافذ نہ کرنے والے کون ہیں؟

نفاذ مختلف نوعیتوں اور مختلف صورتوں میں شفاعت کے متعلق مختلف مدارج رکھتا ہے۔ کبھی وہ "کفر صریح" بن جاتا ہے۔ کبھی وہ "ظلم" ہے اور کبھی وہ "فسق و عصیان" ہے اور کبھی اس میں تین یا دو شفاعتیں مجتمع ہو جاتی ہیں قرآن کریم نے مختلف آیتوں میں ان لوگوں کو جو قانون الٰہی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔ کافر۔ ظالم اور فاسق قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کی تین مختلف آیتوں میں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ ——— اور جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق حکم نہ کرے۔

فرما کر مختلف جگہوں پر فرمایا۔

فاولئک ھم الکافرون (آیت ۴۴) — سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں

فاولئک ھم الظالمون۔ (آیت ۴۵) — ایسے لوگ بالکل ظالم ہیں

فاولئک ھم الفاسقون (آیت ۴۷) — ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے گنہگار ہیں

ان گذارشات میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام کا خدا اگر ایک طرف ایسا قانون دیتا ہے جو ہر خلا و سقم سے پاک اور ہر طبقہ کے لئے عدل و انصاف کا کفیل ہے۔ وہاں وہ پوری الٰہی قوت سے اس کے نفاذ کا بھی طالب ہے اور جو اسے نافذ نہیں کرتے انہیں وہ قرآنی لغت کے انتہائی سخت الفاظ سے تہدید کرتے ہوئے کافر و ظالم و فاسق قرار دیتا ہے کہ عادلانہ قانون کا انتہائی اعلیٰ دستور ہونے کے باوجود اسے نافذ نہیں کرتا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ قانون جتنا بھی عادلانہ ہو اگر اس کا نفاذ انصاف کے ساتھ نہ کیا جائے تو۔ قانون کا منشاء فوت ہو جاتا ہے اس لئے اسلام نے کارپردازان عدل کو عدل کی انتہائی حدود

قانون کا معیاری نفاذ

کی پابندی کا حکم دیا ہے اور ہر ایک قسم کی ناجائز دباؤ، جھکاؤ، رعایت کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاضی (جج) تین قسم کے ہیں۔ ایک ان میں سے جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں۔ جنت میں وہ ہے جو حق کو پہچانے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے اور ایک وہ ہے جو حق کو جاننے کے باوجود فیصلہ میں ظلم اور زیادتی کرے وہ دوزخ میں ہے اسطرح جو جہل یعنی قانون الٰہی کے بغیر جانے فیصلہ کر دے وہ بھی دوزخ میں ہے۔ (ابوداؤد جمع الفوائد ص ۹۸۲ ج ۱) (باقی صفحہ پر)

دعوت اسلامی
(مسلسل)

یک دو ساعت صحبتے با اہل دل

مجلس حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی مدظلہ العالی

مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

پانچویں مجلس

۲۳ شوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۶۸ء خانقاہ شریف بھوپال حاضرین مجلس بدستور وقت ۱۰½ بجے سے ۱۲ بجے تک

فرمایا، میں آپکے آنے سے پہلے ابھی تلاوت میں سورہ زمر پڑھ رہا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین ۰ الا للہ الدین الخالص بس انھیں الفاظ پر ٹھٹھک کر کھڑے ہو جانے کو جی چاہتا ہے، ان مختصر الفاظ میں کیا کچھ فرما دیا گیا ہے ایک ناواقف آدمی بیج دیکھتا ہے، اس میں اسکو کچھ نظر نہیں آتا ہے لیکن واقف آدمی اس کو دیکھ کر اس کے اندر پورا تناور درخت دیکھ لیتا ہے، اس کی بیسیوں شاخیں، اس کے ہزاروں، لاکھوں پتے اس کے سینکڑوں پھل، سب اسکو نظر آجاتے ہیں کہ یہ سب اسی چھوٹے سے خول میں ہیں، مگر اس دین اور اس قرآن کی قدر تو انھیں لوگوں کی تھی جنہوں نے اس کو بیابانوں میں خاک چھان کر اور حق کی تلاش میں سرگرداں رہ کر دیکھا تھا، ان میں سے بعض بعض ایسے تھے جو یہودیوں کی عبادت گاہوں، عیسائیوں کے کلیساؤں میں دین حق کی تلاش کے لئے گئے اور وہاں کے عابدوں اور راہبوں نے کہا کہ ہم تو ایک چلتے ہوئے راستہ اور رواجی دین ہیں، دین حق تو آنے والا ہے پھر جب ان کو اپنا گوہر مقصود نہ ملا اور ان کا اخیر وقت آگیا تو انھوں نے بڑی حسرت سے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "خدایا تو گواہ رہ کہ ہم اس دین حق کو مانتے ہیں جو آنے والا ہے اور ہم دین ابراہیمی پر جان دے رہے ہیں"۔

اس کی ایک چھوٹی سی مثال یوں سمجھئے کہ مئی جون کا روزہ ہو، آپ کی زبان خشک ہو، اور ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوں، آفتاب غروب ہونے والا ہو، آپ کسی ضرورت سے کسی کام کے لئے موٹر پر بیٹھ کر جائیں اور وہ کسی میدان میں پہونچ کر جہاں دور دور پانی نہ ہو فیل ہو جائے، اب افطار کا وقت آجائے اور پانی کا کہیں نام و نشان تک نہ ہو۔ اس وقت اگر آپ کو کوئی ایک گلاس پانی پیش کرے تو آپ کی نگاہ میں اس کی کیا قیمت ہوگی، اور آپ اس کو کیسی بڑی نعمت اور آب حیات سمجھیں گے۔

دوسری مثال یوں سمجھئے کہ کسی شخص نے کسی عامی سے کہا کہ جو کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ بجنسہ استنبول کے کتب خانہ میں موجود ہے، وہ شخص اسی وقت اس کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھ لیتا ہے، ہزار دقتوں سے اس کو پاسپورٹ اور ویزا ملتا ہے، پھر سمندر کے سفر کی کلفتیں اور مصارف غرض وہ سراپا اشتیاق بنا ہوا قسطنطنیہ کے ساحل پر اترتا ہے، جس وقت اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اس سرزمین پر ہے جہاں وہ کلام موجود ہے جو خدا کے آخری رسول پر نازل ہوا تھا، وہ پھولے نہیں سماتا، وہ اپنی قسمت پر ناز کرتا ہے اور اس پر ایک عالم بے خودی طاری ہو جاتا ہے پھر وہ ہمہ تن شوق و انتظار بنا ہوا اس کتب خانہ کے دروازہ پر پہونچتا ہے ——— جہاں یہ گوہر نایاب موجود ہے، اب آپ ہی اندازہ کیجئے کہ وہ کن نگاہوں سے اسکو دیکھے گا، کن ہاتھوں سے اس کو مس کرے گا اور اس کی یہ تمنا پوری ہوگی تو اس کا کیا حال ہوگا اس لئے کہ اس نے اس کے لئے اتنا طویل سفر اختیار کیا، اور بڑی سے بڑی مشقتیں برداشت کیں، اب اس کی مراد پوری ہونے کا وقت آیا، یہی کلام الٰہی ہے جس کو ہم پانچ روپے، دس روپے، خرچ کر کے بازار سے لے آتے ہیں۔ آج قرآن مجید کے ان نسخوں سے مسجدوں کے طاق بھرے ہوئے ہیں اور کسی کو ان کی قدر و قیمت معلوم نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب چھاپہ خانہ نکلا، اور قرآن مجید کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے قرآن کو اٹھتے ہوئے دیکھا ہے، سارا معاملہ اہمیت اور قدر و قیمت کا ہے۔

میں ایک رئیس کو جانتا ہوں، ایک صاحب نے عرضی دی کہ میں حج کو جا رہا ہوں، کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی، پانچ دس روپے دے دیئے۔ کسی نے ذکر کیا کہ ایک صاحب ولایت جانے والے ہیں، ان کو بلایا۔ استقبال کیا اور بغیر ان کی طلب و ضرورت کے دو ہزار روپے پیش کر دیئے۔

اصل یہ ہے کہ جس چیز کو آدمی دماغ میں پرورش کرتا ہے وہی تناور درخت بنکر اپنے وقت پر پھل دینے لگتا ہے۔ درخت کی آدمی پرورش کرے اور جب وہ پھول دینے لگے تو اس پر اعتراض کرے یا تعجب، یہ کوئی عقل کی بات نہیں، یہی قرآن شریف ہے جس کی ایک آیت سنکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اونٹ سے گر گئے ایسے بیمار پڑے کہ کئی روز تک لوگ ان کی عیادت کو آتے رہے، یہی قرآن شریف ہے جو ہم پڑھتے ہیں اور کچھ اثر نہیں ہوتا، ہماری اور قرآن کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس کوئی آئینہ ہو مدت سے وہ اس کے پاس رکھا ہوا ہے لیکن وہ ہمیشہ اس کو الٹا کر کے دیکھتا ہے اور اسکو کچھ نظر نہیں آتا ——— مشائخ مجاہدات کراتے ہیں، مراقبات بتاتے ہیں مرغوبات چھڑاتے ہیں، انبیاء نے مراقبہ نہیں بلکہ مشاہدہ کرایا کرایا ہے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ آئینہ کو سیدھا کر کے دیکھو سب کچھ نظر آجائے گا۔ یا ایہا الذین آمنوا

لہ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ عزیز و حکیم کی طرف سے ہوا ہے (اے پیغمبر) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے۔ پس خدا کی عبادت کرو اسی کے لئے عبادت خالص کر کے خبردار خالص عبادت خدا ہی کا حق ہے۔

لہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھے اور سوچے کہ اس نے آنے والے دن کے لئے (روز قیامت کے لئے) کیا کیا ہے؟ "الفرقان"

اتقو اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد
بس یہی آئینہ کو سیدھا کر کے دیکھنے کی تعلیم ہے۔

میرے ایک استاد تھے جن سے میں عربی زبان کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ ایک دن مجھے ایک کتاب کی فرہنگ اور شرح مل گئی جس میں پوری کتاب کو حل کر دیا تھا۔ میں خوش خوش اس کو اپنے استاد کے پاس لے گیا، انہوں نے اسکو اٹھا کر پھینک دیا ---- میں نے کہا کیا اس کتاب میں کچھ غلطی ہے؟ کہنے لگے کہ غلطی؟ یہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ کہنے لگے سب سے بڑی غلط بات یہ ہے کہ اس میں وہ لکھا ہے جو ہم بھی نہیں جانتے، ایسی کتاب کے ہوتے ہوئے ہم کو کون پوچھے گا۔ اور ہمارے پاس کون پڑھنے کو آئے گا۔ بس یہی قرآن مجید کا معاملہ ہے کہ وہ سب سے مستغنی کر دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے لئے اتنے علوم درکار ہیں، ہم کہتے ہیں کہ جہالت درکار ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس راہ میں جہالت ونکارت کام دیتی ہے اس علم کا قاعدہ ہے کہ پڑھا تو قاعدہ سے جاتا ہے بغیر اس قاعدہ کو بھول کر اپنی طبعی روشنی سے جو اس علم سے حاصل ہوئی کام لیا جاتا ہے طب میں بھی یہی ہوتا ہے، اگر وہ روشنی اور ملکہ پیدا نہ ہو تو آدمی کچھ کام نہیں کر سکتا، اسلام جذبات کو مارنے اور آزادی کو سلب کرنے کی تعلیم نہیں دیتا، صرف ان کا وقت و محل بتاتا ہے ہر چیز اپنے وقت پر سجتی اور زیب دیتی ہے۔

ریاست کروائی میں ایک مرتبہ نواب صاحب نے ایک صاحب کا تعارف کروایا کہ یہ ڈاکٹر حیدر یار صاحب ہیں، یہ کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں، میں نے کہا کہ میں طالب علم ہوں، کوئی عالم نہیں ہوں اگر جواب نہ دے سکوں تو یہ نہ کہئے گا کہ میں نے ایک مسلمان عالم سے کچھ باتیں پوچھیں وہ جواب نہ دے سکے۔ انھوں نے کہا عرض کرنا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کے وقت دنیا کے تعلقات کو الگ کر کے اللہ سے قرب حاصل کرتے ہیں، عیسائی گرجوں میں، ہندو مندروں میں، مسلمان مسجدوں میں ان سب تعلقات سے الگ ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے یہاں اعتکاف کا بھی طریقہ ہے جس میں تمام تعلقات دنیاوی سے کچھ دیر کے لئے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ یہ کیسا طریقہ ہے کہ جنت میں شراب بھی ہے۔ حوریں بھی ہیں، اور اللہ کا قرب بھی، یہ تو دنیا میں بھی نہ ہوتا تھا، اور شراب تو ایسی بری چیز ہے کہ اس کا تو اس موقع پر ---

قرآن شریف میں ذکر ہی نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں آپ کے سوال سے بہت خوش ہوا، میں غور اور تحقیق کرنے والوں سے بہت خوش ہوتا ہوں، جمود مجھے پسند نہیں، مگر میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں آپ چونکہ ڈاکٹر بھی ہیں اس لئے اور سہولت ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے حکما بڑے بڑے قدح پلاتے ہیں، لیکن ان میں وہ اثر نہیں ہوتا جو آپ کی چھوٹی سی گولی میں اثر ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ آپ ہی بیان کریں گے کہ اس گولی میں دوا کا جوہر آگیا ہے اور جتنا کسی چیز کا جوہر نکالا جاتا ہے اور فاضل اجزاء کم کر دیئے جاتے ہیں، طاقت بڑھتی جاتی ہے --- دوسری بات یہ ہے کہ انسان سب میں اشرف المخلوقات مانا جاتا ہے۔ اور سب اشیاء اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں انسان کامل کسے کہیں گے، اسی کو نا! جس میں کمالات انسانی مکمل طور پر موجود ہوں لولا، لنگڑا، اندھا اپاہج نہ ہو،

اب یہ عرض ہے کہ موت کے ذریعہ انسان کے ارضی اجزاء تو الگ ہو جاتے ہیں اور اس کا جوہر رہ جاتا ہے اس سے اس کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس کے سب کمالات اور طاقتیں ترقی کر جاتی ہیں اب یہ تمام طاقتیں اور کمالات جنت میں موجود ہوں اور محل صرف نہ ہو تو یہ رحمت ہے یا عذاب ---؟ کسی کو تخت حکومت و خزانہ اور گھر کے لوگ دیئے گئے ہوں اور کہہ دیا جائے کہ خبردار نظر اٹھا کر نہ دیکھنا تو یہ اس کے حق میں رحمت ہے یا اچھی خاصی سزا؟ یہی جنت کی ان نعمتوں کی حقیقت و حکمت ہے آپ جو بار بار شراب کو دہرا رہے ہیں تو آپ کی کون سی دوا شراب سے خالی ہے، محل بدل گیا، تو تو وہ اب اچھی چیز بن گئی اور اس سے صحت ہونے لگی تو اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

فرمایا مجھے بحث و مناظرہ کا یہی طریقہ پسند ہے کہ بغیر دل آزاری اور ضد و نفسانیت کو ابھارنے والی باتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی بات سمجھانے اور دل نشین کرنے کی کوشش کی جائے، مناظرہ کا وہ طرز پسند نہیں جس کو "دندان شکن" کہا جاتا ہے۔

فرمایا مقصد تخلیق کو بھلا کر ایک ایسی تعلیم میں منہمک ہونا جو موت کے بعد کی زندگی میں کام آنے والی نہیں، لوگ بڑی عقلمندی اور ترقی سمجھتے ہیں اس تعلیم میں کوئی حرج نہیں، ضرورت کے لحاظ سے اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے مگر اس کو کمال اور ترقی سمجھنا بیجا ہے۔ پاخانہ جانا ضروری کام ہے مگر وہاں بیٹھ کر کوئی یہ نہیں کہتا کہ تخت خانہ میں بیٹھا ہوں کل ایک بچے نے دل خوش کر دیا، اس سے پوچھا میاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ "عمر ضائع کر رہا ہوں" یہ احساس اور اعتراف بڑی چیز ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جب چند آدمی کسی بات کو کہنے لگتے ہیں تو لوگ اس کو یقین کر لیتے ہیں، ایک کہے، دو کہے، جب متعدد آدمی ایک بات کو کہتے ہیں تو اچھے اچھے آدمیوں کو یقین آجاتا ہے حالانکہ کسی کے کہنے سننے سے حقیقت نہیں بدلتی ایک بزرگ نے بکری کا بچہ خریدا، دو تین ٹھگوں نے دیکھ لیا اور کہا کہ یہ بچہ ٹھگنا چاہئے ان میں سے ایک نے اس راستہ پر جس سے یہ بزرگ گذرنے والے تھے، ایک درخت کے نیچے مصلیٰ بچھا کر تسبیح پڑھنی شروع کر دی ثقہ صورت، لانبا کرتا، نیچی داڑھی، جب وہ بزرگ پاس سے گذرے تو یہ حضرت لپک کر پہونچے، بڑے ادب سے سلام کیا، دست بوسی کی اور کہنے لگے کہ حضور! اس کے لب پلید ہیں، اس کے روئیں بھی ناپاک ہیں، آپ نے ضرور چوکیداری کے لئے اس کو خریدا ہوگا۔ اس کے لئے تو بیشک جائز ہے۔

انھوں نے جھڑک دیا کہ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ یہ بکری کا بچہ ہے، آپ کیا کہہ رہے؟ فوراً ہاتھ جوڑ کر معذرت کی اور کہا کہ یہ میری نگاہوں کا قصور ہے۔ بھلا آپ جیسے بزرگ کتا کہیں خریدیں گے؟ آگے بڑھے تو ایک صاحب اسی طرح مقدس صورت بنائے ہوئے ملے آگے بڑھے اور قدموں میں گر گئے۔ کہنے لگے کہ اچھے لوگوں کی زیارت بھی کفارہ ذنوب ہے۔ حضور نے کھیت کی حفاظت کے لئے اس کو لیا ہوگا، انھوں نے پھر ڈانٹا اور کہا کہ "آپ کو سجھائی نہیں دیتا کہ یہ بکری کا بچہ ہے یا کتا ہے" کہنے لگے "حضرت نے صحیح فرمایا۔ میں جھوٹا میری نگاہیں جھوٹی" آگے بڑھے تو تیسرے صاحب ملے اور کہا کہ "حضرت یہ بڑی اچھی نسل کا معلوم ہوتا ہے، تازی کتا ہے" اس پر وہ بھی شبہ میں پڑ گئے اور کہنے لگے ایک غلطی کر سکتا ہے دو غلطی کر سکتے ہیں، اتنے آدمی تو غلطی نہیں کر سکتے، مجھ ہی کو دھوکا ہوا ہوگا۔ انھوں نے بکری کے بچہ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ ٹھگوں نے اسکو ٹھگ لیا۔

فرمایا۔ اگلے مذاہب میں دواؤں کے اجزاء بتائے تھے اور نسخہ لکھ کر دیدیتے تھے، جاؤ تلاش کرو، اجزاء فراہم کرو، اور دوا بناؤ۔ آخر میں جو حکیم "باقی ص۱۱ پر"

گذشتہ سے پیوستہ

فرقہ پرستی کا پاگل پن
اور اس کا تفرقہ سوز علاج

(صوفی نذیر احمد کاشمیری)

روحانی اتحاد: چونکہ اخلاقی اتحاد کی اپنی بنیاد صرف روحانی اتحاد ہے جس کے سوائے اخلاقی اتحاد دیر تک قائم نہیں رہ سکتا، جیسا کہ ہندوستان میں بدھ ازم کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ لہذا کروڑوں دیوی دیوتاؤں کے انارکی روحانی نظام کو ایک عالمگیر رب العالمین کے اعتقاد سے بدل دیا جائے یہ کہنا ایک جھوٹ ہوگا کہ ہندوستان میں ایک رب العالمین کا اعتقاد کبھی پیدا ہی نہیں ہوا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ تلاش کرنے پر یہ اعتقاد ہر ملک اور ہر قوم میں ملے گا اور ضرور ملے گا۔ اس تغیر سے نہ صرف پورے ملک کے لیے بلکہ پوری کائنات انسانی کے لئے روحانی اتحاد کی بنیاد پیدا ہو جائے گی۔

معاشی یکسانی و مساوات و اتحاد انسانی: اگرچہ ایک عالمگیر "رب العالمین اور عالمگیر انسانی بھائی چارے کو مان لینے کے بعد معاشی مساوات ایک قدرتی بات ہے۔ پھر بھی اسے ہر عامی سے عامی انسان کے دل میں اتارنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نوع انسانی کو کائنات کی اشرف المخلوقات بھی بطور عقیدہ کے تسلیم کر لیا جائے۔ آج مدھوک صاحب اور ان کے ساتھی اور شری شنکر اچاریہ آف پوری چاہے گائے کے تقدس کو منوانے کے لیے ہزاروں قربانیاں دیں اور ہزاروں سادھوؤں کو زندہ جلنے کی ترغیبیں دیں پھر بھی یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ایک معمولی سے معمولی سوجھ بوجھ کے انسان میں بھی یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہزار کا پالنہار بن جائے اور ان سے ہزاروں فائدے اٹھائے لیکن ساری دنیا کی گایوں اور بیلوں کی عقل اور بدھی کو جمع کرنے پر بھی ایک انسان کی بدھی نہیں بن سکتی، چہ جائیکہ وہ ہزاروں انسانوں کے مالک بن کر انھیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کر سکیں۔ یاد رکھو! اس کائنات میں ایشور کی مورتی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف انسان ہے۔ باقی ہر چیز انسان سے بہت گھٹیا ہے اور انسان ان سب چیزوں سے اپنی خدمت لیتا ہے اور لینے کا اخلاقی حق رکھتا ہے۔ باقی کسی چیز میں یہ صلاحیت بالکل نہیں ہے۔ ہاں انسان اگر کسی کا غلام ہے تو وہ اس رب العالمین کا غلام ہے جس نے اسے پیدا کیا اور ساری کائنات سے زیادہ اسے بدھی دی۔ بلاشبہ انسان اس کائنات کا برہمن اور رہبر ہے وہ اس کائنات کی آتما ہے وہ سب چیزوں کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنے کی بدھی بھی رکھتا ہے اور حق بھی رکھتا ہے۔ لیکن خود انسانی کنبے کو اونچ نیچ میں تقسیم کرنا اور نسلوں اور قوموں میں بانٹنا وہ ظلم ہے جس سے باقی سب پاپ پیدا ہوتے ہیں۔

یہ ہے نہ صرف مدھوک جی کی دیوانگی کا بلکہ سب دیوانگیوں کا صاف ستھرا اور واحد علاج اور یہی ہے نوع انسانی کا اور منش جاتی کا سچا دھرم اور دین۔ لہذا اس صدائے محبت و ہمدردی کو کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور آسام سے لے کر کوئٹے اور پشاور تک آج پہنچانا ہے۔ یہ صرف لکھنے والا ایک خانماں برباد فقیر ہے کہ جسے مارچ ۱۹۴۷ء میں گھر بار چھوڑ کر صرف اسی اتحاد کی ترکیبیں سوچتے اور انہیں چالو کرتے ہیں ۲۶ برس ہو جائیں گے۔ جماعت اسلامی جمعیت العلماء اور دیگر مسلم دینی جماعتوں سے تعمیر ملت کے نوجوانوں سے خاص کر گزارش ہے کہ پورے ہندوستان کی ایک ایک زبان میں اس درد مندانہ درخواست اور اس حکیمانہ علاج کو ہر گھر تک پہنچائیں۔ انشاء اللہ یہ دنیا اس طرح بدلے گی کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔

آخری انتباہ: جو لوگ مذہب کا نام آتے ہی فرقہ واریت کا الزام دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں انہیں معلوم ہو کہ اس دنیا میں اگر نوع انسانی کو امن و سلامتی سے رہنا ہے اور ساری فرقہ واریت کو ختم کرنا ہے تو اس کی صرف ایک شکل ہے اور وہ ہے توحید خدا اور اخوت انسانی کے اخلاقی و روحانی نظم کو قائم کرنا۔ اس کے علاوہ نہ تو مذہبی دنیا میں اور نہ سیکولر دنیا میں امن و اتحاد قائم کرنے کا اور کوئی ذریعہ ہے۔ مذہب کی سب سے زیادہ فرقہ وارانہ شکل برہمن ازم ہے جس میں ہزاروں برس پہلے کے سارے ہی کنبے دارانہ تصورات ایک ایک کر کے موجود ہیں اور مذہب کی سب سے زیادہ فرقہ سوز شکل توحید و اخوت اسلامی کا نظام ہے۔ اگر دنیا کے مسلمان [illegible] انداز کی توحید سے ہٹ کر اس حق کو چھوڑ دیں پھر بھی انسانی توازن کا مرکزی تصور یہی رہے گا۔ خدا کسی نہ کسی تازہ دم قوم کو توفیق دے گا کہ وہ اس حق کو لے کر آگے بڑھے اور دنیا کا توازن قائم کرے۔ لہذا اس حق کو رد کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے اس میں انسانی بربادی ہے۔

بقیہ "فقہی مسائل"

نے اپنی بیوی (خالدہ) کی اس واقعہ میں تصدیق بھی کی ہے تو حرمت مصاہرۃ ثابت ہوگئی۔ اور عورت شوہر پر حرام ہوگئی۔ شوہر (عمرو) کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بیوی (خالدہ) کو چھوڑ دے (مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا) یا طلاق دے دے بعض حرمت مصاہرۃ کے ثبوت سے نکاح زائل نہیں ہوا بلکہ شوہر جب چھوڑ دے اور اس کے بعد عدت (تین حیض) پوری ہو جائے تو دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔ زید (حسن) سے خالدہ کا نکاح جائز نہیں۔ وبحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ اھ در مختار۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: خلیل احمد [illegible] عفی عنہ

نوٹ: استفتاء کے ساتھ جواب کے لئے کارڈ یا لفافہ ہونا ضروری ہے سوالات صاف تحریر ہونا چاہئے۔

(پندرہ روزہ)
تعمیر حیات میں
اشتہار دے کر اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے

مسلسل

یروشلم

از خاور شناس

پولینڈ میں یہودیوں کا حال زار روس سے کم نہیں۔ ۱۸۳۱ء میں کے انقلاب میں کافی یہود لڑے اور مارے گئے ـــــ یہودیوں کی بربادی کا دور یہاں قائم رہا۔ ۱۹۱۹ء میں جب پولینڈ میں جمہوری پبلک حکومت برسر اقتدار آئی تو انھیں آزادی ملی۔ لیکن تمام سیاسی لیڈر آزادی یہود کے شدید مخالف رہے رومانیہ روس کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ روسی تاریخ دھرائی جاتی رہی۔ یہاں دو لاکھ یہود آباد تھے ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۹ء تک مشکل سے چند ہزار یہودیوں کو حق شہریت مل سکی۔ لیگ آف نیشن کے اصرار پر ۱۹۲۰ء میں رومانیہ نے بادل ناخواستہ کچھ حقوق دیئے۔

مذاہب پیہم کے باوجود قوم یہود ملت کی نشاۃ ثانیہ کا ارمان سینوں میں چھپائے رہی۔ چوتھی صدی عیسوی سے بیسوی صدی عیسوی تک عذاب کے مختلف ادوار طاری رہے۔ کوئی نامور مصلح منظر عام نہیں آسکا۔ پہلی تعمیل کا مصلح اعظم موسیٰ منڈل ساتھا جس کی ـــ فلسفیانہ تحریرات سے مذہبی حرارت قائم رہی۔ اور تنظیم کا رجحان پیدا ہوا۔ دوسری نسل میں قابل ذکر مصلح لیوپولڈزن تھا جس نے قومی نشاۃ ثانیہ کا بیڑا اٹھایا۔ قوم میں اعتماد کی روح پھونکی اس کی تبلیغ کا محور ایک ہی نظریہ تھا۔ اس کا مطالبہ تھا کہ قوم یہود اپنے مذہب اور کلچر کا جمال و جلال دنیا کو دکھائیں اس نے جودی سائنس کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ سینکڑوں مجلات و رسائل شائع ہوں گے۔ اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

یورپ میں نئی یہود کش تحریک کا آغاز

مغربی یورپ میں انسانی آزادی، اخوت و مساوات کی تحریک اور فلسفیانہ تحریرات نے عارضی طور پر فضاء بدل دی تھی، ذہین طبقہ میں رواداری کی سعی جاری تھی یہودی کی قومی نشاۃ ثانیہ کی تحریک بھی ساتھ ہی شروع ہوگئی، قومی اعتماد زندہ ہوا اور یہود اپنے آپکو ـــ عیسائیوں کے مساوی تصور کرنے لگے۔ مسیحی عوام جو صدہا سال سے یہود کے خلاف نفرت کے عادی تھے۔ نفسیاتی طور پر اس رواداری کے لئے تیار نہیں ہوسکے۔ انھیں یہ بات بری لگی کہ کل تک جو کمتر اور پست تھا، آج مساوی ہو جائے۔ نتیجہ کے طور پر نفرت کے بھیانک اور المناک تحریک جسے یہود کش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سارے یورپ میں چل پڑی۔ اس عرصہ میں جو عیسائی سرکاری ملازمتوں اعلیٰ مناصب پر گھس آئے تھے ہر طرف کئے گئے ـــــ اور پھر وہی سابقہ مسیحی عذاب نازل ہوگیا۔ مسیحی یہ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ کہ تعلیم معیشت اور ملازمت میں یہود کی نجس قوم ان کی برابری ـــ کرسکے۔ نفرت کی جدید آگ ایسی بھڑکی کہ تمام سابقہ نفرتیں اس کے آگے ہیچ پڑ گئیں۔ سابقہ تحریک میں چرچ اور اسٹیٹ (ریاست) زیادہ متحرک، فعال اور سرگرم تھے۔ اس جدید تحریک میں ریاست اور چرچ کے ساتھ سیاسی قائدین اور عوام بھی ان کے دست و بازو بن گئے۔

جدید تحریک کے عقیدہ کے مطابق یہودی قوم چونکہ یورپ کی پاکیزہ ثقافت میں سمونے کی اہل نہیں وہ اس کلچر کی دشمن ہے اس کی فطرت میں نسلی امتیازات کا جذبہ جاگزیں ہے اور وہ نہ صرف یورپ کو بلکہ ساری دنیا کو نجس و ناپاک کر رہے ہیں لہذا یا تو یورپ کو اس اچھوت قوم سے پاک کرایا جائے یا اس کا نسلی خاتمہ ہی کر کے برابر کے لئے نجات حاصل کی جائے۔ ان عقائد کا زور ہوا اور اب یورپ سے قوم یہود کے کل خاتمہ اور نسلی تباہی کی مہم چل پڑی مزاج کے اعتبار سے یہ تحریک تمام دیگر سابقہ تحریکات کے مقابلہ میں سخت اور شدت پسند تھی۔ پہلے اگر یہود مذہب عیسائیت قبول کر لیتا تو چرچ کی نظر میں قابل قبول تھا۔ اب تو اس کا سوال بھی نہیں رہا۔ مسیحی قناعت کا واحد ذریعہ یہود کا نسلی خاتمہ تھا۔[1]

ہر ملک کے سیاسی قائدین نے اس تحریک کو ہوا دی۔ ۱۸۷۵ء میں یہ تحریک شدت اختیار کر گئی جسے ہٹلر نے ۱۹۴۵ء میں نکتہ عروج تک پہونچایا۔ روس رومانیہ، جرمنی اور دیگر ممالک میں برق رفتاری کے ساتھ یہ تحریک پھیل گئی۔

صیہونیت کا آغاز، یہود کش تحریک کا ردعمل

یہود کشی کی یورپ گیر مسیحی تحریک نے قوم یہود کی رہی سہی امید ختم کر دی۔ ردعمل کے طور پر قومی و مذہبی تحفظ اور نسلی بقاء کے لئے یہودی نشاۃ ثانیہ کے مفکرین نے صیہونی تحریک کی ابتدا کی، مغربی اور وسطی یورپ میں نیم جان یہودیوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کی مقبولیت اس حد تک بڑھی کہ روس پولینڈ، رومانیہ اور دیگر مشرقی یورپ کے ممالک میں اس تحریک کو ـــ خوش آمدید کہا گیا اور سارے یہود ایمان بالغیب کی طرح اس نئی جان بخش تعلیم کے حمایتی بن گئے۔ اس تحریک نے یورپ کے مغذوب یہودیوں کے دلوں میں ـــ ارض مقدس واپس جانے کی تمنا پیدا کی۔

۱۸۹۷ء میں مقام بیسل میں دنیا کے معروف صحافی تھیوڈر ہرزل کی قیادت میں صیہونی کانگرس طلب کی گئی۔ قوم یہود کے مستقبل کا واضح پروگرام مرتب ہوا۔ کانگرس کے منشور میں یہ شائع کیا گیا کہ صیہونیت کا مقصد اولین ارض فلسطین میں یہودی ریاست کا حصول ہے ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی کر دی گئی، کہ ارض فلسطین کو ریاست یہود کے لئے ترجیح دی جائیگی اگر فلسطین نہ مل سکا تو کسی دوسرے علاقے میں مثلاً برطانیہ کے مشرقی افریقہ میں ایک یہود ریاست کی تشکیل کی جائے[2] اس طرح صیہونی تحریک طاقتور ہوگئی[3]۔

مشرقی یورپ کے یہود ارض فلسطین کے حصول پر اڑے رہے۔ یہودیوں میں نئی زندگی کی کرنیں پھوٹنے لگیں اور جو انہوں نے یورپ کے کلچر اور مذہب میں مدغم اور تحلیل ہونے سے یکسر انکار کر دیا۔ (باقی)

[1] مشرقی یورپ میں یہود پر کیا بیتی۔ ملاحظہ ہو اسمر البوگن (مرجع سابق) باب دوم (۱) روس از صفحہ ۴۱ تا ۴۸ (۲) پولینڈ صفحہ ۶۴ تا ۶۶ (۳) بلقان صفحہ ۶۰ تا ۷۵۔ [2] مقالہ یہود (مرجع سابق) ص ۱۰۳ [3] ایضاً۔
[4] صیہونیت کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "صیہونیت" مصنفہ رچاڈ جے۔ ایچ گوتھائٹ۔

ہمارے دینی کاموں میں صحیح روح اور اسپرٹ کی ضرورت ہے

انجمن تعلیمات دین کاسگنج کے ارکان خصوصی کیسامنے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک مختصر اور اہم تقریر

حمد و ثنا کے بعد۔

بزرگو اور دوستو! ـــــ اس وقت آپ حضرات جس مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں، اور کام کی نوعیت جو آپکے سامنے رکھی گئی ہے، اس میں طریق کار بتایا گیا ہے اور اصول و ضوابط آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں، اور اس سلسلہ میں آپ نے پوری ہمدردی کے ساتھ کچھ فراہمی سرمایہ بھی کیا ہے، الغرض یہ تمام نقشے جو آپ بنا رہے ہیں یہ سب اس وقت مفید اور کارآمد ہیں جب آپ کے اندر جذبہ ہو، دیکھئے ٹرین کے ڈبے کتنے ہی جوڑ دیئے جائیں، اور نہایت آرام دہ سیٹیں ہوں اور ہر قسم کے آسائش کا سامان ہو لیکن اگر انجن میں اسٹیم نہ نہ ہو تو سب بیکار ہے، وہی اسٹیم جان اور روح ہے اور اس کی موجودگی سے یہ سب ڈبے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکیں گے، اور مسافر اپنی منزل تک پہنچ سکے گا، میں آپ کے سامنے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جملہ پیش کرتا ہوں، اور جس کا حق یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا جملہ بہت سی تقریروں اور خطبوں پر بھاری ہے، اور وہ اس قابل ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں نہایت خوشنما جلی حرفوں میں لکھوا کر ہر گھر میں تقسیم کراؤں اور اس کو آویزاں کرادوں کہ ہر اک کی نظر ہر وقت اس پر پڑتی رہے، وہ جملہ کیا ہے جس وقت فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا اور اس وقت مسلمانوں کی جو کیفیت اور حالت تھی اس کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس طرح مثال دے کر بیان کرتے ہیں، کہ سخت سردی کی رات ہو اور بارش ہونے لگے اور بکریاں اپنے باڑہ میں یا دربہ میں سمٹی رہتی ہیں، دبکی ہوئی ہوتی ہیں، یہ کیفیت اس وقت مسلمانوں کی ہو رہی تھی اور ایسی حالت میں بعض قبیلوں میں یہ بات اٹھ کھڑی ہوئی کہ اسلام کے تمام ارکان سر آنکھوں پر لیکن زکوٰۃ کے معاملہ میں ہم آزاد ہیں۔ ہم اس چیز کو خود ہی نکالیں گے اور آپس میں مستحقین کو تقسیم کر دیں گے۔ اس میں ہم قانونی طور پر پابند نہ رہیں، اس قسم کی باتیں پھیلنے لگیں، اور تمام جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں متنفر سے ہوگئے کہ کیا کیا جائے؟ ایسی صورت میں خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضہ خطبہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اور یہی جملہ جان ہے کہ کیا میری زندگی میں دین میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی۔

ان کے الفاظ میں سنئے:

"اینقص الدین وأنا حی" میں زندہ رہوں اور دین میں کمی واقع ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا جیسا تھا ویسا ہی رہے گا ـــــ اور جس طرح سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ـــ موجودگی میں زکوٰۃ نکلتی تھی ویسی ہی نکلے گی، اور اس میں ذرہ برابر کوتاہی اور کمی کرنے والے سے میں جہاد کروں گا۔ اگر میری موجودگی اور زندگی میں کچھ کمی ہوگئی تو میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

ان کا اس پر سختی کے ساتھ جم جانا اور پوری قوت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا بہت بڑے فتنہ کا سدباب تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ صرف زکوٰۃ ہی کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ پھر اس کے بعد روزہ کی باری ہے اور پھر حج کی، اور پھر نماز کی، اور اس کے بعد کلمۂ توحید کی، اس لئے اس خطرہ کا سدباب پوری قوت سے کر دینا چاہیئے۔

میں کہتا ہوں کہ آج جو مسلمان دنیا میں کہیں بھی اللہ کا نام لیتا ہے، نماز میں پڑھتا ہے۔ مسجدوں میں اذانیں دیتا ہے، اور تمام فریضہ ادا کرتا ہے۔ ہر موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ممنون ہونا چاہیئے اور یہ انہیں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور آج ہم سارے فرائض کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

اسی طرح آپ میں یہ جذبہ، اور یہ روح پیدا ہونی چاہیئے، کہ ہمارے جیتے جی ہمارے بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ مستقبل میں وہ اسلام سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور اسلامی تعلیم سے بالکل ناواقف ہو جائیں، یہ نہیں ہوسکتا، ہم زندہ رہیں اور ایسا ہو، یہ ممکن نہیں، بعد ہمارے مرنے کے جو کچھ ہو اس کا ہم سے سوال نہیں ہوگا، لیکن ہماری زندگی میں کسی قسم سے بھی کوئی خطرہ عقیدہ کا نظر آئے گا، یا معمولی سا شبہ بھی ہوگا تو اس کے لئے ہم جان کی بازی لگا دیں گے۔

یہی چیز ہے اور یہی مطالبہ ہے اس روح اور اس اسپرٹ کو اپنے اندر پیدا کیجئے اور صحیح غیرت و حمیت کا ثبوت دیجئے۔ بس اب انشاء اللہ آج شب میں جو اللہ کو منظور ہوگا جلسہ کیں آپکے سامنے عرض کروں گا۔

فقط

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

۲۲ جون ۱۹۶۸ء

بقیہ: یک دو ساعت صحبتے با اہل دل

تشریف لائے (صلی اللہ علیہ وسلم) انھوں نے بنی بنائی دوا اور تیار معجون دے دیا جس میں اجزاء کو جمع کرنے چھاننے پیسنے جوش دینے کی دوسری نہیں، اور فرما دیا کہ صبح آفتاب نکلنے سے پہلے کھا لینا، پھر سورج ڈھلے کھانا، پھر عصر کو استعمال کرنا، پھر غروب آفتاب پر، پھر شفق ڈوبنے کے بعد[1]۔

اگر قوت ہو تو پچھلے پہر کو اٹھ کر کھا لینا ورنہ[2] آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے، اس سے زیادہ آسان نسخہ کیا ہوسکتا ہے۔ فرما دیا،

لا یذوقون فیھا الموت اس دوا کی تاثیر یہ ہے کہ دائمی اور حقیقی موت اور فنائے کلی کا خطرہ نہیں، حیات جاوید ضرور حاصل ہوگی۔

[1] فرض نمازوں کے اوقات خمسہ ۱۲ [2] تہجد کی نماز ۱۲

گذشتہ سے پیوستہ

اشتراکیت ایک تنقیدی جائزہ

از: عبدالعلیم ندوی

خروشچیف ہی کا بیان ملاحظہ ہو۔

"بے شمار لوگ گرفتار ہوئے، ہزاروں آدمی جلاوطن کر دیئے گئے، کسی عدالتی کارروائی اور تحقیق و تفتیش کے بغیر سزائیں دی گئیں، اس چیز نے عام طور پر بدامنی اور خوف کی فضا پیدا کر دی اور لوگوں کو مایوس بنا دیا۔" (نیویارک ٹائمز بحوالہ مارکسزم)

خود اسٹالن کی لڑکی سوتیلانہ جو ابھی چند دنوں پیشتر اشتراکی جنت سے راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور چند دن ہندوستان میں ٹھہر کر اب امریکہ میں پناہ گزیں ہے، ان واقعات کی شہادت دیتی ہے چنانچہ ۱۹۴۸ء کی وسیع گرفتاریوں اور صفائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے:

"پھر ایک موقع پر میں نے ابا سے دریافت کیا کہ میری ممانیوں کا کیا قصور ہے؟ ابا نے کہا کہ انہوں نے بہت سی باتیں کی ہیں، وہ بہت کچھ جانتی ہیں اور انہوں نے بہت کچھ تذکرہ کیا ہے جس سے ہمارے دشمنوں کو فائدہ پہونچا ہے۔ ابا کو تو ہر کہیں دشمن نظر آتے ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۸ء)

یہ وہ اسٹالن ہے جس کا چوتھائی صدی تک قصیدہ پڑھا جاتا رہا، ہر جگہ اس کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں کی گئیں، ہر تقریب و تقریر کے اختتام پر "اسٹالن زندہ باد، اسٹالن پائندہ باد" کے نعرے لگائے گئے لیکن یہ اسٹالن کی خطا نہیں بلکہ اس معاشی نظام کا قصور ہے جس نے ایسا ماحول پیدا کر دیا۔ خود خروشچیف کو اپنے اقتدار کی خاطر نہ جانے کتنے سوویٹ لیڈروں کے خون سے کھیلنا پڑا اور آخر میں انجام یہ ہوا کہ اس کی تصویریں یک بیک پھاڑی اور جلائی گئیں۔ ارباب ہوش کے لئے مسٹر بیل کے اس بیان میں کافی سرمایہ عبرت ہے جو کہ سرگرم اشتراکی رہ چکا ہے اور امریکہ میں جب اس کے خلاف سازش کا مقدمہ قائم ہوا تو روس بھاگ گیا لیکن وہاں کی حالت دیکھ کر پھر اس سرزمین میں پناہ لینے پر مجبور ہوا جہاں اس کیلئے جس دوام کی سزا مشین تھی۔ وہ اپنا اشتراکی تجربہ ان لفظوں میں لکھتا ہے:

"اگر کوئی شخص بالشویک نظام پر پہلے سے ایمان لانے کے لئے تیار تھا تو وہ شخص میں خود تھا، مگر جس سرزمین کی طرف میں نئی آزادی کی تلاش میں بھاگ کر گیا، وہاں میری ساری عقیدتمندیوں کے پرزے اڑ گئے، یہ دیکھ کر کہ اس ملک میں انسانی روح کا فقدان کسی قید خانہ کی دیواروں سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔"

(اشتراکیت روس کی تجربہ گاہ میں)

عالمگیر اتحاد کی علمبرداری

جب تک اشتراکیت محض نظریات تک محدود تھی۔ اس وقت تک بہت سے پریشان حال محنت کش عوام اس دام ہمرنگ زمین کا شکار ہوتے رہے لیکن انقلاب روس کے بعد دنیا نے سب سے پہلے اس جنت کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کیا، بہت سے لوگ جو بے تحاشا اس سبز باغ میں کود پڑے تھے، شراروں اور انگاروں کی لپیٹ سے بے تاب ہو کر اس جنت سے نکل کر دنیا کو اس کی خبریں پہونچائیں اور اس وقت دنیا کو اس کی لغویت کا احساس ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت نظریاتی اور عملی حیثیت سے دن بدن روبہ زوال ہے۔ حتیٰ کہ کل تک اشتراکیت جس سرمایہ دار کا وجود برداشت کرنے کے تیار نہ تھی آج وہ مجبور ہے کہ اس کے ساتھ پرامن بقائے باہم کے معاہدے کرے۔

لیکن اب بھی اشتراکیت کے علمبردار اس کا سب سے بڑا کمال یہ بتاتے ہیں کہ اشتراکیت ایک بین الاقوامی دعوت ہے جو سارے عالم کے اتحاد کے لئے علمبردار ہے سوال یہ ہے کہ یہ کوئی انوکھی بات تو نہیں؟ دنیا کا ہر مذہب تقریباً یہی دعویٰ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو ہٹلر اور مسولینی اور نپولین بھی اسی عالمگیر اتحاد کے علمبردار تھے۔ کیونکہ وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ساری دنیا پر ہماری حکومت رہے اور اس طرح اگر ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا تو ساری دنیا ایک ہو جاتی۔ اشتراکی اتحاد بھی اس کے سوا کچھ نہیں، کہ ساری دنیا کو اشتراکیت کا گہوارہ بنا دیا جائے اور اس پر ایک ڈکٹیٹر بٹھا دیا جائے۔ خواہ اس کے لئے کتنا ہی تشدد کا راستہ کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ اسی لئے اشتراکیت کے نزدیک قومیت اور وطنیت کی تحریکیں بورژوا نظام کی پیداوار ہیں لیکن تجربات نے اس سلسلہ میں بھی اشتراکیت کو ناکامی کی منزل دکھائی۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں اشتراکیت اس کا تلخ تجربہ کر چکی ہے جب کہ تمام مزدوروں کے اندر قومی شعور بیدار ہوا اور انہوں نے پارٹی کے مفادات کو پس پشت ڈال کر وطن کے مفادات کے لئے جنگ میں شرکت کی اور چھٹی کمیونسٹ انٹرنیشنل کے موقعہ پر اس کو سرکاری طور پر تسلیم کیا گیا۔

موجودہ زمانہ میں بھی یہ ناکامی بالکل واضح ہو چکی ہے جبکہ چین روس کشمکش اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اس کے سامنے سرمایہ و محنت کی کشمکش بھی مات کھا گئی۔ یوگوسلاویہ اور روس کی ناچاکیاں بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں اور موجودہ چیکوسلواکیہ اور روس کے تنازعات سے تو اشتراکیت کے سارے ہوائی قلعے زمین پر آ رہے جبکہ چیک عوام کے غلامی سے انکار کرنے کے بعد روسی آقاؤں کی ناکیں چڑھ گئیں اور مذاکرات کی ناکامی کے بعد دھمکیوں کی نوبت آئی اور آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ ۲۱ اگست ۱۹۶۸ء کی رات میں اشتراکی فوجیں چیکوسلواکیہ میں داخل ہو گئیں اور وہاں کے عوام اور حکومت کی لاکھ مزاحمت کے باوجود پورے ملک پر زبردستی قبضہ کر لیا حیرت تو یہ ہے کہ اس کھلی ہوئی جارحیت کو عین انصاف بلکہ ایک "مقدس اقدام" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے کہا کہ اشتراکی فوجیں وہاں کے لیڈروں کی دعوت پر انقلاب اور سوشلسٹ نظام کی حفاظت کے لئے داخل ہوئیں۔ آج سوشلسٹ نظام کی حفاظت کے لئے ایک ملک پر جارحیت کی جا سکتی ہے تو کیا ضمانت ہے کہ کل دوسرے ملکوں میں سوشلسٹ نظام "قائم" کرنے کے لئے طاقت کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد عالمگیر اتحاد کی علمبرداری ایک فریب کے سوا کیا ہے؟

"باقی ص۱۵ پر"

مولینا افضل علی صاحب تہلواروی

از
مولانا محمد تقی امینی صاحب
ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

نام و پیدائش:

قصبہ سبیحہ (ضلع بارہ بنکی) تقریباً ۳ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تہلوارہ ہے۔ وہیں پہلی صدی ہجری میں حضرت مولانا افضل علی صاحبؒ کی پیدائش ہوئی۔ خاندان کے بزرگوں نے آپ کا نام "افضل علی" تجویز کیا۔ جس کے بارہ میں ازراہ تواضع فرمایا کرتے کہ:

"میں صرف نام کا افضل ہوں کام کا نہیں ہوں"

لباس و حلیہ:

آپ کا قد لمبا، جسم دبلا پتلا، گھنی ڈاڑھی اور سر کے بال جھڑے ہوئے تھے، لمبا کرتا، شرعی پاجامہ گول ٹوپی، سدری و شیروانی، خاص لباس تھا۔ ہمیشہ سفید کپڑا استعمال کرتے تھے، رنگین و دھاری دار کپڑا آپ کو پسند نہ تھا۔

خاندان و نسب:

والد کی جانب سے علوی اور والدہ کی جانب سے قدوائی تھے، سولہویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے ملتا ہے جو محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

والد کا نام ناظر علی اور دادا کا نام اعظم علی تھا، ناظر علی صاحب چودھویں صدی ہجری کے نامور بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔ حضرت گنج مرادآبادی کے تبرکات میں سے ایک تانبے کا لوٹا اور کٹورہ اب تک گھر میں محفوظ ہے، کچھ کپڑے بھی تھے جو اب ضائع ہو چکے ہیں۔

مولانا کی والدہ کا نام "رقیہ خاتونؒ" تھا جو قصبہ جگور (ضلع لکھنؤ) کی رہنے والی تھیں وہ بھی حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ سے بیعت تھیں، اور نانا کا نام شیخ مرتضیٰ حسینؒ تھا۔

مولاناؒ کے ۵ بھائی تھے اور ایک بہن تھی جن میں سے صرف ایک بھائی چودھری رحم علی ہاشمی (انگریزی و اردو کے مشہور مصنف و صحافی) اب تک حیات ہیں اور بقیہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔

شادی:

مولاناؒ کی شادی ۱۹۰۷ء میں قصبہ کنتور (ضلع بارہ بنکی) میں غلام حضرت قدوائی مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوئی، اہلیہ محترمہ نہایت نیک پارسا، عابدہ خاتون تھیں۔ مولاناؒ کو ان سے بڑی محبت تھی۔

سکونت:

خاندان کی اصل سکونت سبیحہ (ضلع بارہ بنکی) ہے لیکن آپ کے دادا اعظم علی صاحب بعض سہولتوں کے پیش نظر سبیحہ سے تہلوارہ منتقل ہو گئے تھے جس کے بعد جدی رشتہ کے تمام لوگ یہیں آباد ہو گئے۔

تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم گونڈہ میں ہوئی جہاں آپ کے والد صاحب بحیثیت سرکاری ملازم (قانون گو) مقیم تھے۔ مسجد میں ایک مکتب تھا جس میں مولوی مرتضیٰ حسینؒ نامی ایک بزرگ بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، وہی آپ کے اولین استاذ مقرر ہوئے، اس کے بعد پرائمری اور مڈل تک سرکاری اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے اپنی ہی جیسی سرکاری ملازمت دلا دی اور چند دن تک ملازم ہی رہے لیکن طبیعت چونکہ اس کے لئے تیار نہ تھی دوسری طرف مزید تحصیل علم کا جذبہ آپ کو بے چین کئے ہوئے تھا اس بناء پر ۱۸ یوم کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے کر بغرض تحصیل علم "نگرام" تشریف لے گئے۔

"نگرام" تہلوار سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ضلع لکھنؤ میں مشہور قصبہ ہے جو پہلے ایک عرصہ تک علم و فضل کا مرکز رہا ہے اور کئی باکمال شخصیتیں اس سے متعلق رہی ہیں لیکن حالات کی تبدیلی اور معاشی مجبوری کی وجہ سے اب یہ مرکز تقریباً ختم ہو گیا ہے۔

"نگرام" میں اپنے زمانہ کے نہایت بزرگ و باکمال شخصیت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سے علم و فیض حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے اور کچھ دن تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اور دیگر اساتذہ سے تعلیم کی تکمیل کی اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

زمانہ قیام دیوبند:

قیام دیوبند کا زمانہ مولاناؒ کے لئے نہایت تکلیف و مصیبت کا زمانہ تھا، والد صاحب لاڈلے لڑکے کی جدائی اور دور دراز سفر کے لئے تیار نہ تھے، اس بنا پر تقریباً ایک سال تک خرچ بند کئے رہے اپنے پاس کی رقم ختم ہو جانے کے بعد نہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا اور نہ مدرسے سے کسی قسم کی امداد قبول کی بلکہ جس طرح بھی بن پڑا تعلیم کو جاری رکھا یہاں تک کہ کئی دن پتیاں کھا کر گذارے، اسی درمیان کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت مولانا اشرف علیؒ صاحب (جو دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے) کے پیچھے ننگے پاؤں چل رہے تھے، حضرت مولاناؒ نے ایک طالب علم کو ننگے پاؤں دیکھ کر جوتہ پہنانا چاہا لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بعد میں بہت اصرار کے بعد قبول کر لیا۔ ایک سال کے بعد والد صاحب نے خرچ بھیجنا شروع کر دیا۔ جس کے بعد سابقہ تکلیف و مصیبت نہ باقی رہی تھی۔

دیوبند سے واپسی:

جب آپ دیوبند سے واپس تشریف لائے تو والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، طبیعت پر اس قدر اثر ہوا کہ اکثر رات کو گھر سے نکل کر قبرستان تشریف لے جاتے اور والد کی قبر سے چمٹ کر زار و قطار رویا کرتے تھے، کئی دن کے بعد والد کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں "تم سے میں ناراض نہیں ہوں" اس کے بعد طبیعت کو سکون ہو گیا

بیعت: قیام دیوبند کے زمانہ میں یا اس کے بعد

آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی بیعت ہوئے اور جلد ہی تصوف و سلوک کے منازل طے کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہو گئے۔

طب کی تعلیم:

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد اس وقت کے رواج کے مطابق فن طب کی جانب توجہ کی اور وقت کے مشہور طبیب مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (مولانا ابوالحسن علی الحسنی الندوی کے والد محترم) سے اس فن کو کامیابی کے ساتھ حاصل کیا۔ حکیم صاحب کو مولانا پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اپنے مطب کے لئے مولانا ہی کو بلا لیتے اور وہ نہایت سلیقہ و ہوشمندی سے مریضوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ حکیم صاحب سے اسی تعلقات کی بنا پر آپ کی اولاد و اعزہ سے بھی مولانا کا یہ انداز تعلق ہمیشہ قائم رہا اور یہ لوگ بھی خاندانی شرافت کے پیش نظر مثل بھائی کے احترام کرتے رہے

تبلیغ دین:

تحصیل علم کے بعد دین کی تبلیغ و تعلیم میں نہایت سرگرمی سے مشغول ہو گئے اور اس سلسلہ میں بڑے سے بڑے شخص کی بھی کبھی پروا نہ کی، شرک و بدعات کی تردید میں ہر قسم کے لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سہسپہ کے اقتدار اعلیٰ سے ۶-۷ سال تک اسی بنا پر کشمکش رہی لیکن کبھی ہراساں و خوفزدہ نہ ہوئے، فن طب میں مہارت کے باوجود آپ نے ہمیشہ اسکو ذریعہ آمدنی بنانے کے بجائے ذریعہ تبلیغ بنانا پسند کیا اور ایک جگہ اس وقت تک مطب کیا جب تک تبلیغی نقطہ نگاہ سے وہاں قیام سود مند رہا۔

اتباع شریعت:

اتباع شریعت و احترام سنت کا مولانا کو بڑا لحاظ تھا۔ جس شخص میں خلاف شریعت و سنت کی کوئی بات دیکھتے فوراً اسکو متنبہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حیدرگڈھ کی مسجد (جو مزار کے کنارے ہے) میں چند جاہلوں نے تعزیہ رکھدی، مولانا غالباً کھنڈوے تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے جب مسجد میں تعزیہ رکھا ہوا دیکھا تو سخت برہم ہوئے اور مزاحمت کی پروا کئے بغیر اس کو باہر پھینک دیا۔ لیکن بعد میں جیسے ہی موقعہ ملا جاہلوں نے تعزیہ پھر اندر رکھدی۔ مولانا کو جب اس کا علم ہوا تو سیدھے کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر حیدرگڈھ تشریف لے گئے اور تعزیہ پھر سے مسجد سے باہر پھینکدی۔

قاری جمن صاحب جو اس معرکہ میں مولانا کے ساتھ تھے ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ جس وقت حیدرگڈھ جا رہے تھے طبیعت میں ایک عجیب قسم کا جوش و خروش تھا اور ہم سب ساتھی اس کار خیر میں اپنی جان تک دینے کے لئے تیار تھے۔

قاری جمن صاحب:

قاری جمن صاحب نہایت دیندار اور باشرع بزرگ ہیں۔ عرصہ سے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو بلا معاوضہ قرآن شریف اور دینیات کی ابتدائی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ سہسپہ کی تعلیم یافتہ عورتوں میں شاید ہی کوئی ہو جو ان کی شاگرد نہ ہو۔ اسی طرح سہسپہ اور قرب و جوار کے بچوں میں (جو اب جوان ہو چکے ہیں) اکثر و بیشتر ان کے شاگرد ہیں۔

خود راقم الحروف کے ابتدائی استاد قاری صاحب ہی ہیں، انھیں کے پاس بنوادی قاعدہ شروع کیا ناظرہ قرآن شریف ختم کیا اور تقریباً سوا چار پارہ حفظ بھی انھیں کے پاس کیا۔

قاری صاحب مولانا کے خصوصی معتقدوں میں ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے ابھی حیات ہیں لیکن عرصہ سے نابینا ہیں، اس کے باوجود کچھ بچے اور بچیاں اب بھی ان کے پاس پڑھتے ہیں، اللہ رب العزت قاری صاحب کی عمر دراز کرے اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تواضع وانکسار:

علم و فضل کے باوجود مولاناؒ کی طبیعت میں حد درجہ تواضع و انکسار تھا۔ مولانا منظور صاحب نعمانی کا بیان ہے کہ دیوبند میں تقسیم اسناد کا جلسہ تھا ہر ایک نے اپنا نام لکھایا اور دستار بندی کرائی لیکن مولاناؒ نے نہ اپنا نام لکھایا اور نہ دستار بندی کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے بعد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے نام نہ لکھانے کی وجہ دریافت کی تو جواب میں فرمایا کہ میں "اس کا اہل نہیں ہوں"۔ مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے زور دے کر فرمایا کہ "تم سب سے زیادہ اس کے اہل ہو، جاؤ سند لو اور دستار بندی کراؤ"۔ اس کے بعد جا کر نام لکھایا اور سند لے لی۔

جذب و بے خودی:

مولانا پر کبھی جذب و بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور آخر عمر میں تو یہ کیفیت اکثر رہنے لگی تھی اس حالت میں اللہ کا خوف ہمہ وقت غالب ہوتا، خود روتے اور دوسروں کو رلاتے تھے اکثر اوقات قرآن شریف کی تلاوت بلند آواز سے کرتے یا اوراد و وظائف اور بزرگوں کے اشعار بالخصوص مولانا رومؒ کی مثنوی پڑھا کرتے تھے۔

رشد و ہدایت:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہونے کے بعد ہی سے رشد و ہدایت اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن اس کے لئے مجلسوں کا کوئی پروگرام تھا اور نہ خانقاہ کے لئے کوئی جگہ متعین تھی۔ اس بنا پر یہ سلسلہ زیادہ دیر پا نہ ثابت ہو سکا پھر جذب و بے خودی کی حالت اس کی متحمل بھی نہ تھی۔ ویسے سہسپہ کے قرب و جوار میں کچھ مریدوں کی تعداد موجود ہے۔

قیام مدرسہ:

سہسپہ چونکہ قرب و جوار کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس لئے آپ نے ہمیشہ اس کو مرکز توجہ بنایا ایک مرتبہ وہاں مدرسہ قائم کیا جس میں دوسرے مدرسین کے علاوہ خود بھی بلا معاوضہ تعلیم دیتے رہے لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ مدرسہ ختم ہو گیا، اس کا نام مدرسہ اسلامیہ تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد ۱۳۵۰ھ میں دوسرا مدرسہ "تعلیم الاسلام" کے نام سے قائم کیا جس میں مقامی مدرسین کے علاوہ حضرت مولانا حکیم حافظ وقاری سید محمد یاسین صاحب مرحوم کو باہر سے بلا کر صدر المدرس کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

خط و کتابت کے
وقت
اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر
کیجئے

فقہی مسائل

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم وافضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ صلوٰۃ اللیل۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ ماہ محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔

مسئلہ: ۹، ۱۰ یا ۱۰، ۱۱ محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ ۹، ۱۰ کا رکھے، صرف ۱۰ محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: تعزیہ بنانا۔ علم بنانا۔ اس میں چندہ دینا۔ ایسے مجمع میں شرکت کرنا یا اور کسی طرح اس کی اعانت کرنا ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

مسئلہ: براق بنانا، یا اپنے بچوں کو فقیر بنانا سخت گناہ ہے۔

مسئلہ: تعزیہ پر مہندی چڑھانا اس کے پاس کھانا لے جانا۔ شربت لے جانا اور فاتحہ دلانا یا اور کسی طرح کا چڑھاوا چڑھانا ناجائز اور گناہ ہے۔

مسئلہ: نوحہ کرنا، مرثیہ پڑھنا۔ غم منانا سیاہ کپڑا پہننا، یہ سب امور ناجائز ہیں اگر ان تمام امور کو جائز و واجب اور عین دین سمجھ کر کرے تو بہت ہی سخت گناہ ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ اس ماہ میں قبروں پر مٹی ڈالنے کو ضروری سمجھتے ہیں اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ: اس ماہ کو غم کا مہینہ سمجھ کر غم منانا شادی بیاہ یا اور کوئی خوشی کا کام نہ کرنا اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، شوال۔ محرم۔ ربیع الاول ذی الحجہ سب برابر ہیں نہ کوئی غم کا مہینہ ہے اور نہ کوئی خوشی کا۔

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) داڑھی کی مقدار شرعی کیا ہے جواب مع دلیل تحریر فرمائیں؟

(۲) لنگی یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا کیسا ہے، حدیث میں تو تکبر سے لٹکانے کی نفی آئی ہے اگر بغیر تکبر کے ہو تو کیسا ہے؟

(۳) بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو رکوع میں کتنا جھکنا چاہئے؟

(۴) معمہ حل کرنے کی آمدنی جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا؟

الجواب

(۱) حامداً و مصلیاً۔ داڑھی کے سلسلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اعفوا اللحی واحفوا الشوارب (داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترو) وغیرہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ شارع علیہ السلام کا منشاء اعفاء اللحیۃ (داڑھی بڑھانا) ہے۔ اعفاء اللحیۃ کی تفسیر شراح حدیث نے یہ کی ہے۔ قال الشیخ فی اللمعات فالحاصل ان عامۃ الکتب علی ان القدر المسنون فی اللحیۃ ھو القبضۃ وما یاخذ منھا وما فوقھا ولکن الاخذ اولیٰ۔ (المرقاۃ مشکوٰۃ میں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عام کتابوں میں داڑھی کی مسنون مقدار ایک مشت ہے اور ایک مشت سے زائد کاٹنا اولیٰ ہے) اسی بنا پر ایک مشت سے زائد کاٹنا یا داڑھی کٹانا و منڈوانا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اس پر آمد اور بہ کا اتفاق ہے۔ رہا یہ امر کہ مشت میں مقدار بھی لازم و ضروری ہے یا نہیں اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ بالکل نہ کاٹی جائے بلکہ علی حالہ چھوڑ دی جائے۔ دوسری جماعت ایک مشت کی قید رکھتی ہے، ان کے سامنے صحابہؓ کے افعال ہیں اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا عمل ایک مشت رکھنے کا ہے قال محمد بن الحسن فی کتاب الآثار اخبرنا ابوحنیفۃ عن الھیثم بن ابی الھیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یقبض علی لحیتہ فما فضل ماتحت القبضۃ ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ بھی جو اولین مخاطب تھے وہ بھی ایک مشت رکھتے تھے وعن ابی زرعۃ قال کان ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبض علی لحیتہ فیاخذ ما فضل عن القبضۃ واما الاخذ منھا وھی دون ذلک کما یفعل بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یعھد فی شیء من الشرائع۔ (الدر المختار ص ۴۱۰ ج ۶ و فتح القدیر ص ۴۳۰ ج ۵)

(۲) لنگی یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچا رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر بلا تکبر ہو تو بھی مکروہ تنزیہی ہے لیکن گناہ صغیرہ پر اصرار سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

(۳) اتنا جھکے کہ سر گھٹنوں کے برابر ہو جائے زیادہ مبالغہ نہ کرے۔

(۴) مروجہ معمے قمار ہیں اس لئے ان کی آمدنی حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (کتبہ خلیل احمد عفی عنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

زید نے اپنے بیٹے عمرو کی بیوی خالدہ سے زنا کیا۔ خالدہ اس کا اقرار کرتی ہے کہ زید نے اس سے زنا کیا ہے۔ تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ عمرو کا نکاح خالدہ سے باقی رہا یا ٹوٹ گیا۔ عمرو کا نکاح خالدہ سے ٹوٹنے کی صورت میں زید سے خالدہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اس زنا سے نکاح ٹوٹنے کا کیا مطلب ہوگا۔ یعنی خالدہ کو عمرو سے جدائی کے لئے عمرو کا طلاق دینا ضروری ہے یا اسی زنا سے نکاح ختم ہو گیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً و مصلیاً۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنے بیٹے کی بیوی خالدہ سے زنا کیا ہے اور شوہر (عمرو)

(باقی صفحہ پر)

محرم

محرم کے سلسلے میں حدیث سے دو باتیں ثابت ہیں۔

① نویں اور دسویں کا روزہ رکھنا۔

② دسویں تاریخ کو اپنے گھر والوں کے خرچ میں قدرے وسعت کرنا۔

حرام امور یہ ہیں:

① تعزیہ بنانا جس کی وجہ سے طرح طرح کا شرک و منکر صادر ہوتا ہے۔ بعض جہلاء اس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں، یہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں اس کی طرف پشت نہیں کرتے اس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی واہی تباہی چیزیں کرتے ہیں جو شرک ہیں۔ تعزیہ بنانا اس آیت کے مضمون میں داخل ہے۔ اتعبدون ما تنحتون یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ یہ بات تو کسی عاقل کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ وہی تعزیہ جس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اس کو دفعۃً جنگل میں لیجا کر توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں وہ آج ایسا بے قدر کیوں ہو گیا واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔

بعض نادان یوں کہتے ہیں کہ اس کو حضرت امام عالی مقام کے ساتھ نسبت حاصل ہو گئی ہے اس لئے تعظیم کے قابل ہو گیا، جواب یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو۔ مثلاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی ان کا تبرک ہو ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہے۔ اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہو ہرگز اس طرح کی نہیں۔

② ڈھول تاشہ، مزامیر وغیرہ بجانا۔ قطع نظر خلاف شرع ہونے کے یہ خلاف عقل بھی تو ہے کہ مخالف مزامیر تو خوشی کے موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں نہ کہ غم کے موقع پر یہ تو درپردہ خوشی منانا ہے۔

③ فساق و فجار کا جمع ہونا جس میں وہ وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

④ نوحہ کرنا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابو داؤد میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنیوالوں اور اس کی طرف کان لگانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

⑤ مرثیہ پڑھنا جس کی حدیث شریف میں صاف ممانعت آئی ہے ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔ موضوع روایات پڑھنے کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

⑥ ان ایام میں قصداً ازمنیت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں۔ شریعت میں عورت کو صرف خاوند پر چار مہینہ دس دن یا وضع حمل تک سوگ منانا واجب ہے دوسرے عزیزوں کے مرنے پر صرف تین دن جائز ہے باقی حرام ہے۔ اب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک و شبہ حرام ہے۔

⑦ بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسینؓ کا فقیر بناتے ہیں اور بعض ان سے بھیک بھی منگواتے ہیں اس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اس عمل کو بچہ کی طول حیات کے لئے مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے بھیک مانگنا بلا اضرار حرام ہے۔

⑧ اہل بیت کی اہانت برسر بازار کرتے ہیں کسی خاندان کی عورتوں کو اس طرح اہانت علی الاعلان گھمائی جائے تو اس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیض و غضب آئے گا پھر سخت افسوس ہے کہ اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے۔ اسی طرح کے بہت سے امور قبیحہ ہیں جو ان دنوں میں کئے جاتے ہیں، ان کا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے۔ اور یہی تمام تر مصیبتیں چہلم میں دہرائی جاتی ہیں۔

بعض چیزیں فی نفسہ مباح تھیں مگر فساد عقیدہ یا فساد عمل کی وجہ سے ممنوع ہو گئیں۔

① کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکا کر کھانا کھلانا۔ اسکی اصل یہ حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں۔ وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جائیں خواہ جدا جدا یا ملا کر مثل کھچڑے کی مختلف جنس ہوتی ہیں اس لئے وہ اس وسعت میں داخل ہو سکتا تھا۔ مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اس کو ایک تیوہار قرار دے دیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔ بلا پابندی اس روز کچھ فراخی کھانے پینے میں کر دے تو مضائقہ نہیں ہے۔

② شربت پلانا یہ بھی فی نفسہ مباح ہے کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج ہے مگر وہی رسم کی پابندی اس میں بھی ہے اس کے علاوہ اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبیہ بھی ہے اس لئے یہ بھی قابل ترک ہے، تیسرے اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہداء کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے اس لئے اس کو تجویز کیا گیا ہے — اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی رسم میں عین شربت پہونچتا ہے جس کا باطل اور خلاف قرآن مجید ہونا واضح ہے اور اگر پلانے کا پہونچاہے تو سب یکساں ہے۔ نیز اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک اب تک شہداء کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں۔ یہ کس قدر بے ادبی ہے، ان مفاسد کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

③ شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ جائز ہے مگر اس میں یہ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

۱ مقصود اس بیان سے گریہ وزاری کرنا ہوتا ہے اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ کا ہے کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ مراعات شریعت سخت معصیت و حرام ہے۔ اس لئے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں۔ البتہ اگر غلبۂ غم سے آنسو آجائیں تو گناہ نہیں۔

۲ لوگوں کو اس کے لئے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کے لئے تداعی و اہتمام خود ممنوع ہے۔

۳ اس میں مشابہت اہل رفض کے ساتھ ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

عالم اسلام

بقیہ

سعودی حکومت مدارس وغیرہ کے قیام میں مدد دے رہی ہے اور مدینہ یونیورسٹی کے شعبوں میں افریقیوں کے داخلے کا خاص انتظام کرتی ہے مگر یہ سب عیسائیت کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ تبلیغی کام کی رفتار تسلی بخش ہے نائجیریا میں ایک جماعت بنام "جماعت نصر الاسلام" جس کا ہیڈ کوارٹر کڈونا میں ہے مرحوم احمد بیلو ساتق وزیر اعلیٰ شمالی نائجیریا کی کاوشوں سے معرض وجود میں آئی تھی۔ اس جماعت نے کویت کی مدد سے ایک کالج بنام شیخ صباح کالج نائجیریا میں قائم کیا ہے اور دیگر مقامات پر مدارس اور تبلیغی مشن قائم کرنا اس کے منشور میں ہے پاکستان سے بھی کئی لوگ اور ادارے کافی تگ و دو کرتے ہیں مگر اسلام دشمن عناصر جن میں یورپ و امریکہ کی دولت کا ہاتھ ہوتا ہے کے سامنے والی گلتی نظر نہیں آتی اور اس کے ساتھ ہی بیشمار عیسائیوں نے اپنی زندگیاں تبلیغ کے لئے وقف کی ہوئی ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ سلسلہ جاری رہا اور اسلامی لٹریچر کی کمی زیادہ دیر رہی تو نئی نسلیں اسلام سے بہت دور ہو جائیں گی۔

قرآن مجید کا ترجمہ شاید ہی کسی زبان میں ہو جبکہ عیسائیوں کے پرانے اور نئے عہدنامے ہر زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید اور اس کے انگریزی تراجم بعض دفعہ بالکل نایاب ہوتے ہیں۔ ہزاروں میں سے کسی خوش نصیب کے پاس قرآن مجید کا مکمل نسخہ ہوگا دنیا کے مسلمانوں کو انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم افریقی تنظیموں کو بھیجنا چاہئے۔ یہ بہت فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

مغربی افریقہ کی زبان ہاؤسا ہے، اس میں قرآن مجید کا ترجمہ نہیں ملتا۔ جماعت نصر الاسلام اس سلسلہ میں کچھ کام رہی ہے۔ دنیائے اسلام اگر افریقہ ہی میں مناسب کارروائی کرنے میں کامیاب ہو گئی تو قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوگی کہ اس نے افریقہ میں بروقت اپنا فرض سرانجام دیا تھا ورنہ ہم سب کے پاس اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی "افضلیت" کہلانے کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔

بقیہ: "اداریہ"

اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور خالص اسلام کے نام پر (جس میں جمہوریت مساوات اور انصاف کا صرف نام نہیں حقیقت بھی پائی جاتی ہے۔) تمام دینی عناصر خواہ وہ کسی شکل میں ہوں یکجا ہو کر کام کریں اور ان تمام عناصر اور جماعتوں کو اپنے ساتھ لیں جو ان کے ساتھ متفق ہوں، وہ اپنی انفرادی حیثیت کسی وقت فراموش نہ کریں اور اس مقصد کو کسی وقت التوا میں نہ ڈالیں وہ اپنی قوت کا نہ ضرورت سے زائد اندازہ کریں نہ حقیقت سے کم، اور اسکو وہی حیثیت دیں جو واقعہ کے مطابق ہو، لیکن یہ بھی طرح یقین رکھیں کہ مسلمان صرف اسلام کی سربلندی چاہتے ہیں۔ اسلامی دستور چاہتے ہیں، اور ان کے ان جذبات کو برقرار رکھنا اور ترقی دینا مسلمان کا کام ہے۔

"الفتح" کے جاں باز جو آج حق پرستی و سرفروشی کے جذبہ کے ساتھ لڑ رہے ہیں، ان میں ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی ہے جو یہ کام صرف شہادت کے شوق اور جذبۂ ایمانی میں سرشار ہو کر انجام دیتے ہیں، لیکن یہ لوگ حسب معمول پس پردہ ہیں، اور یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ جو قیادت انکو استعمال کر رہی ہے، ان میں نہ صرف کمیونسٹ بلکہ بعض عیسائی بھی شامل ہیں، اس کے علاوہ مصر و شام کا تجربہ ہمارے سامنے ہے اور اس سے سبق حاصل کرنا ہمارا پہلا فرض ہے۔

تاریخ میں ایسے لمحات روز روز نہیں آتے، وقت کا کارواں کسی کے انتظار میں ٹھہرا نہیں کرتا، اگر اس وقت شعور و بصیرت اور اتحاد عمل کا تھوڑا سا مظاہرہ بھی کر دیا جائے تو اب بھی اسلام کا نام دنیا میں روشن ہو سکتا ہے اور ایمان کی ہوائیں دوبارہ چل سکتی ہیں۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

تعمیر حیات ملکیت کے بارے میں بیان

اجارے (رجسٹریشن) (مرکزی) قواعد ۱۹۵۶ء کے قاعدہ نمبر ۳ کے تحت حکومت ہند کی وزارت اطلاعات و نشریات کا مطلوبہ بیان متعلق ملکیت و دیگر تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مقام اشاعت لکھنؤ (۲) وقفہ اشاعت پندرہ روزہ (۳) پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر سید محمد الحسنی (۴) قومیت ہندوستانی (۵) پتہ ۱۰۔ ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ (۶) مالک شعبۂ تعمیر ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

میں
(محمد الحسنی) اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے صحیح ہیں۔

محمد الحسنی

بقیہ: اشتراکیت ایک تنقیدی جائزہ

ناقص فکر، غلط نتائج: گذشتہ سطروں میں آپ نے اشتراکی فلسفہ اور اس کی نظریاتی و تجرباتی ناکامیوں کا مطالعہ فرمایا۔ لیکن [illegible] پوری صراحت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ [illegible] صرف اشتراکیت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر [illegible] کم و بیش یہی انجام ہوتا ہے جو عقل انسانی کی پیداوار ہوتی ہے۔ انسانی عقل کا تو یہ عالم ہے کہ ابھی تک کائنات کی گتھیاں حل کرنا اور سلجھانا تو بہت دور کی بات ہے انسان تو اپنے جسم کی گتھیوں کو بھی حل نہیں کر سکا۔ چنانچہ بڑے سے بڑا عالم نفسیات جس نے اپنی عمر عزیز اسی دشت کی سیاحی میں گنوا دی آخر کار مجبور ہو کر اسے اعلان کر دینا پڑا۔

"درحقیقت ہماری جہالت ہمہ گیر ہے"[1]

ظاہر ہے کہ جب ایسی عقل ایک نظام حیات بنائے گی تو اس کا انجام اس کے علاوہ اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ جب ہم ایک معمولی سی معمولی مشین کے لئے مجبور ہیں کہ اس کے موجد کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال کریں اگر اس کے خلاف کرتے ہیں تو وہ مشین نہیں چل سکتی۔ پھر اس کائنات اور بنی نوع انسان کے بارے میں اس کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسی صانع ازل کے اصولوں کو اپنایا جائے جس نے اس کی تخلیق کی۔ وہی اس کے لئے نظام حیات بھی بنا سکتا ہے۔

انسان کو فطری طور پر ہر طاقت نہایت محدود پیمانہ پر عطا کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ہم آنکھ کی قوت کی ایک حد تسلیم کرتے ہیں جس کے آگے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ کان ایک مقررہ فاصلہ تک آواز سن سکتا ہے اس سے آگے کی آواز سننا اس کے لئے ناممکن ہے۔ تو کیا ہم یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ اس کے آگے کوئی چیز قابل دید یا قابل سماع نہیں ہے، پھر عقل کے بارے میں ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کیوں حجاب ہے۔ اس پر اعتماد کر کے ہم قدرت کے نظام کو غلط ٹھہرانے کا کیا حق رکھتے ہیں؟

انسان کی اس کمزوری کے پیش نظر قدرت نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے اور اس کے لئے ایک مکمل نظریۂ حیات اور نظام عمل مہیا کیا اور در اصل انسان کی حقیقی فلاح اور اس کا اصلی اطمینان اس نظام حیات کے اپنانے ہی میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ زمین والوں کے لئے بھیجا اور آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمائی دنیا کے حقیقی امن اور اس کے دردوں کا واحد درماں صرف اسی نظام حیات میں ہے اور یہ وہی نظام ہے جس کو ہم اسلام کے نام سے جانتے ہیں۔

(ختم شد)

[1] ڈاکٹر الکسیس کارل۔ ماخوذ الاسلام و مشکلات الحضارۃ [illegible] و [illegible] فی النفس الانسانیۃ محمد قطب۔

بقیہ: "اسلام کا نظریہ عدل و سزا"

اسی طرح فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے اور وہ جب ظلم کرتا ہے اللہ (کی مدد) اسے چھوڑ دیتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے (جمع الفوائد ص ۶۱۸۳ بحوالہ ترمذی)

حدود کے اجراء میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نمونہ پیش کیا وہ قانون کی بالادستی کا شاہکار اور اسلامی عدل و انصاف کا روشن مینار ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم — رحمۃ للعٰلمین اور فطرتاً اور طبعاً انتہائی شفیق و کریم اور رؤف و رحیم ہے۔

"باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے"

بقیہ: "محرم"

اس لئے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے یہ تو اس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف شرع نہ ہو۔ ورنہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو۔ نوحہ حرام ہے جیسا کہ واضح ہے تو اس کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس سے بدتر خود شیعہ کی مجلس میں بیان سننے کیلئے جا کر شرکت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور صحیح ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

(ماخوذ از اصلاح الرسوم)

ضروری تصحیح

۱۰ فروری ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں فقہی مسائل کے عنوان سے جو ص ۱۵ پر مسائل شائع ہوئے تھے اس میں کتابت کی غلطی رہ گئی۔ قارئین حضرات تصحیح فرمالیں صحیح اس طرح ہے:

مسئلہ: عیدین کی نماز سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

صحت کا توازن...
جاڑوں میں ماء اللحم خاص کا استعمال قوت و توانائی بخشتا ہے۔ اس کے صحت بخش اجزا آپ کے رگ و پٹھوں میں سرایت ہو کر نئی جان ڈالتے اور چستی پیدا کرتے ہیں۔
ماء اللحم خاص
غذائیت اور توانائی سے بھرپور بہترین ٹانک
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سول ایجنسیاں

(۱)
اودھ
جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ

(۲)
ایم ایس، ظہیر اینڈ سنس
چمن گنج کانپور

سوڈان میں اسلامی دستور کا عوامی مطالبہ

— اسلامی دستور کے مطالبہ کی تائید کیلئے سوڈان کی تمام مساجد کی جانب سے ایک قومی ادارہ کی تشکیل ہوئی ہے اس ادارہ نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ذمہ دار اصحاب سے تعلقات قائم کر کے اپنے میمورنڈم پیش کر کے اور تار ارسال کر کے اسلامی دستور کا یہ پرزور مطالبہ کریں اس سلسلے میں عوامی ادارہ مطالبۂ دستور اسلامی نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۰

یعنی تم میں جو کچھ لوگ تو ایسے ضرور رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

مسلم بھائیو! آپ کو علم ہے کہ چند دن کے اندر ہمارا ملک ایک مستقل اور پائیدار دستور بنانے جا رہا ہے امت مسلمہ کے افراد ہونے کی حیثیت سے ہم میں سے ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے اسلامی دستور کی نصرت کے سلسلہ میں جواب دہ ہوگا — اس مسئولیت سے عہدہ برآ ہونے کیلئے — مساجد کی جانب سے ایک قومی ادارہ کی تشکیل عمل میں آئی ہے تاکہ وہ اسلامی دستور کی حمایت میں اپنی کوشش صرف کرے ہم میں ہر شخص کو بخوبی علم ہے کہ اسلامی دستور ہی غیر اسلامی دساتور کے مقابلہ میں بہترین دستور ہے۔

مسلم بھائیو! دستور کے یقین اور اس ملک میں اسکے مطابق حکومت کے نظام کو قائم کرنے کے سلسلہ میں یہ ہماری قومی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے تمام سیاسی اختلافات کو بھول جائیں اور رضائے الٰہی کیلئے اسلامی دستور کی حمایت میں آواز بلند کرنا اپنا شعار بنالیں۔

مسلم بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے" بلاشبہ اس ملک میں وضعی قوانین ہمارے لئے درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہی اس کا بہترین بدل ہے۔

مسلم بھائیو! اس ملک میں چند طاقتیں ہیں جو اسلامی دستور کے خلاف جان توڑ کوشش صرف کر رہی ہیں تو اب آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ جان و مال سے ان کے خلاف سرگرم عمل ہو جائیں۔ آپ کا یہ قومی ادارہ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان اور نمائندوں سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے آپ کا یہ ادارہ اسلامی دستور کی حمایت میں ان کے سامنے میمورنڈم پیش کرے گا دریں حالات آپ پر لازم ہے کہ اپنے گھر میں اپنے ماحول میں اسلامی دستور کے حق میں فضا کو ہموار کریں اسلامی دستور کا مطالبہ کریں نیز اسلام اور اسلامی دستور کے سلسلہ میں جو بدگمانیاں پھیلائی جا رہی ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ملک میں بگاڑ پھیلانے والی طاقتیں ناکام ہو جائیں اسی کے ساتھ آپ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اس قومی ادارے سے منسلک رہ کر مسلسل کام کرتے رہیں ارشاد الٰہی ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جدوجہد کی اللہ کے نزدیک ان ہی کا درجہ بڑا ہے اور وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں

بشکریہ روزنامہ دعوت دہلی
۴ مارچ ۱۹۶۹ء